



manto rama

AUTHOR SAADAT HASAN MANTO

YEAR 1998

CONTRIBUTOR ZAHRA QADIRI

PUBLISHER SANG-E-MEEL PUBLICATIONS, LAHORE

چچا سام کے نام ایک خط

۳۱۔ لکشمی مینشنر بال روڈ۔ لاہور

مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء

چچا جان! السلام علیکم!

یہ خط آپ کے پاکستانی بھتیجے کی طرف سے ہے، جسے آپ نہیں جانتے، جسے آپ کی سات آزاد یوں کی مملکت میں شاید کوئی بھی نہیں جانتا۔

میرا ملک ہندوستان سے کٹ کر کیوں بنا، کیسے آزاد ہوا، یہ تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ میں خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں، کیونکہ جس طرح میرا ملک کٹ کر آزاد ہوا۔ اسی طرح میں کٹ کر آزاد ہوا ہوں اور چچا جان یہ بات تو آپ جیسے ہمہ دان عالم سے چھپی ہوئی نہیں ہونی چاہئے کہ جس پرندے کو پر کاٹ کر آزاد کیا جائے گا۔ اس کی آزادی کیسی ہوگی۔ خیر اس قصے کو چھوڑیے۔

میرا نام سعادت حسن منٹو ہے، اور میں ایک ایسی جگہ پیدا ہوا تھا جو اب ہندوستان میں ہے۔ میری ماں وہاں دفن ہے، میرا باپ وہاں دفن ہے میرا پہلا بچہ بھی اسی زمین میں سو رہا ہے لیکن اب وہ میرا وطن نہیں، میرا وطن اب پاکستان ہے جو میں نے انگریزوں کے غلام ہونے کی حیثیت میں پانچ چھ مرتبہ دیکھا تھا۔

میں پہلے سارے ہندوستان کا ایک بڑا افسانہ نگار تھا، اب پاکستان کا ایک بڑا افسانہ نگار

ہوں، میرے افسانوں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ لوگ مجھے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں سالم ہندوستان میں مجھ پر تین مقدمے چلے تھے، یہاں پاکستان میں ایک لیکن اسے ابھی بنے کتنے برس ہوئے ہیں۔

انگریزوں کی حکومت بھی مجھے فحش نگار سمجھتی تھی۔ میری اپنی حکومت کا بھی میرے متعلق یہی خیال ہے۔ انگریزوں کی حکومت نے مجھے چھوڑ دیا تھا لیکن میری اپنی حکومت مجھے چھوڑتی نظر نہیں آتی۔ عدالت ماتحت نے مجھے تین ماہ قید با مشقت اور تین سو روپے جرمانے کی سزا دی تھی۔ سیشن میں اپیل کرنے پر میں بری ہو گیا مگر میری حکومت سمجھتی ہے کہ اس کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے چنانچہ اب اس نے ہائی کورٹ میں اپیل کی ہے کہ سیشن کے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور مجھے قرار واقعی سزا دے..... دیکھئے عدالت عالیہ کیا فیصلہ دیتی ہے۔

میرا ملک آپ کا ملک نہیں اس کا مجھے افسوس ہے اگر عدالت عالیہ مجھے سزا دے دے تو میرے ملک میں ایسا کوئی پرچہ نہیں جو میری تصویر چھاپ سکے۔ میرے تمام مقدموں کی روداد کی تفصیل چھاپ سکے۔

میرا ملک بہت غریب ہے اس کے پاس آرٹ پیپر نہیں ہے اس کے پاس اچھے چھاپے خانے نہیں ہیں۔ اس کی غربت کا سب سے بڑا ثبوت میں ہوں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ چچا جان میں بائیس کتابوں کا مصنف ہونے کے بعد بھی میرے پاس رہنے کے لئے اپنا مکان نہیں۔ اور یہ سن کر تو آپ حیرت میں غرق ہو جائیں گے کہ میرے پاس سواری کے لئے کوئی پیکارڈ ہے نہ ڈوج۔ سیکنڈ ہینڈ موٹر کار بھی نہیں۔

مجھے کہیں جانا ہو تو سائیکل کرائے پر لیتا ہوں، اخبار میں اگر میرا کوئی مضمون چھپ جائے اور سات روپے فی کالم کے حساب سے مجھے بیس پچیس روپے مل جائیں تو میں تانگے پر بیٹھتا ہوں اور اپنے یہاں کی کشید کردہ شراب بھی پیتا ہوں، یہ شراب ہے کہ اگر آپ کے ملک میں کشید کی جائے تو آپ اس ڈسٹری کو انٹیم بم سے اڑا دیں کیونکہ ایک برس کے اندر اندر ہی یہ خانہ خراب انسان کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔

میں کہاں کا کہاں پہنچ گیا۔ اصل میں مجھے بھائی جان ار سکاٹن کولڈول کو آپ کے ذریعے سے سلام بھیجنا تھا۔ ان کو تو خیر آپ جانتے ہی ہوں گے ان کے ایک ناول ”گوڈ رائٹس ایکٹر“

پر آپ مقدمہ چلا چکے ہیں۔ جرم وہی تھا جو اکثر یہاں میرا ہوتا ہے یعنی فحاشی۔

یقین جانے چچا جان مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی جب میں نے سنا تھا کہ ان کے ناول پر سات آزادیوں کے ملک میں فحاشی کے الزام میں مقدمہ چلا ہے آپ کے یہاں تو ہر چیز نگلی ہے۔ آپ تو ہر چیز کا چھلکا اتار کر الماریوں میں سجا کر رکھتے ہیں۔ وہ پھل ہو یا عورت، مشین ہو یا جانور، کتاب ہو یا کینڈر آپ تو تنگ کے بادشاہ ہیں۔ میرا خیال تھا آپ کی ملک میں طہارت کا نام فحاشی ہو گا مگر چچا جان آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ بھائی جان ارسکائن کو لنڈول پر مقدمہ چلا دیا۔

میں اس صدمے سے متاثر ہو کر اپنے ملک کی کشید کردہ شراب زیادہ مقدار میں پی کر مر گیا ہوتا۔ اگر میں نے فوراً ہی اس مقدمے کا فیصلہ نہ پڑھ لیا ہوتا۔ یہ میرے ملک کی بد قسمتی تو ہوئی کہ ایک انسان خس کم جہاں پاک ہونے سے رہ گیا۔ لیکن پھر میں آپ کو یہ خط کیسے لکھتا۔ ویسے میں بڑا سعادتمند ہوں۔ مجھے اپنے ملک سے پیار ہے۔ میں انشاء اللہ تھوڑے ہی دنوں میں مر جاؤں گا۔ اگر خود نہیں مروں گا تو خود بخود مر جاؤں گا۔ کیونکہ جہاں آثار پوے کا پونے تین سیر ملتا ہو۔ وہاں بڑا ہی بے غیرت انسان ہو گا۔ جو زندگی کے روایتی چار دن گزار سکے۔

ہاں، تو میں نے مقدمے کا فیصلہ پڑھا اور میں نے خانہ ساز شراب زیادہ مقدار میں پی کر خود کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔ بھئی چچا جان کچھ بھی ہو۔ آپ کے ہاں ہر چیز مائع چڑھی ہے لیکن وہ جج جس نے بھائی جان ارسکائن کو فحاشی کے جرم سے بری کیا۔ اس کے دماغ پر یقیناً مائع کا جھول نہیں تھا۔ اگر یہ جج (افسوس ہے کہ میں ان کا نام نہیں جانتا) زندہ ہیں تو ان کو میرا عقیدت مندانہ سلام ضرور پہنچا دیجئے۔

ان کے فیصلے کی یہ آخری سطور ان کے دماغ کی وسعت کا پتہ دیتی ہیں۔ ”میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ ایسی کتابوں کو سختی سے دبا دینے پر پڑھنے والوں میں خواہ مخواہ تجسس اور استعجاب پیدا ہوتا ہے جو انہیں شہوت پسندی کی ٹوہ لگانے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ حالانکہ اصل کتاب کا یہ منشا نہیں ہے، مجھے پورا یقین ہے کہ اس کتاب میں مصنف نے صرف وہی چیز منتخب کی ہے جسے وہ امر کی زندگی کے کسی مخصوص طبقے کے متعلق سچا خیال

کرتا ہے میری رائے میں سچائی کو ادب کے لئے ہمیشہ جائز قرار دینا چاہئے۔“

میں نے عدالت ماتحت سے یہی کہا تھا، لیکن اس نے مجھے تین ماہ قید بمشقت اور تین سو روپے کی سزا دے دی۔ اس کی رائے یہ تھی کہ سچائی کو ادب سے ہمیشہ دور رکھنا چاہئے۔ اپنی اپنی رائے ہے۔

میں تین ماہ قید بمشقت کاٹنے کے لئے تیار ہوں، لیکن یہ تین سو روپے کا جرمانہ مجھ سے ادا نہیں ہو گا، چچا جان آپ نہیں جانتے میں بہت غریب ہوں۔ مشقت کا تو میں عادی ہوں لیکن روپوں کا عادی نہیں۔ میری عمر انتالیس برس کے قریب ہے اور یہ سارا زمانہ مشقت ہی میں گزرا ہے، آپ ذرا غور تو فرمائیے، کہ اتنا بڑا مصنف ہونے پر بھی میرے پاس کوئی پیکارڈ نہیں۔

میں غریب ہوں، اس لئے کہ میرا ملک غریب ہے، مجھے تو پھر دو وقت کی روٹی کسی نہ کسی حیل مل جاتی ہے، مگر میرے بھائی کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں یہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

میرا ملک غریب ہے۔ جاہل ہے کیوں؟ یہ تو آپ کو بخوبی معلوم ہے چچا جان، یہ آپ کے اور آپ کے بھائی جان بل کے مشترکہ ساز کا ایسا تار ہے جس میں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ کی سماعت پر گراں گزرے گا۔ میں یہ خط ایک بر خودار کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں اس لئے مجھے اول تا آخر بر خودار ہی رہنا چاہئے۔

آپ ضرور پوچھیں گے اور بڑی حیرت سے پوچھیں گے کہ تمہارا ملک غریب کیونکر ہے جب کہ میرے ملک سے اتنی پیکارڈیں، اتنی یوکیں، میکس فیکٹر کا اتنا سامان جاتا ہے، یہ سب ٹھیک ہے چچا جان مگر میں آپ کے اس سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اس لئے آپ اس کا جواب اپنے دل سے پوچھ سکتے ہیں (اگر آپ نے اپنے قابل سرجنوں سے کہہ کر اسے اپنے پہلو سے نکلوانہ والا ہو)

میرے ملک کی وہ آبادی جو پیکارڈوں اور یوکوں پر سوار ہوتی ہے میرا ملک نہیں۔ میرا ملک وہ ہے جس میں مجھ ایسے اور مجھ سے بدتر مفلس بستے ہیں۔

یہ بڑی تلخ باتیں ہیں ہمارے یہاں شکر کم ہے، ورنہ میں ان پر چڑھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس کو بھی چھوڑیئے، بات دراصل یہ ہے کہ میں نے

حال ہی میں آپ کے دوست ملک کے ایک ادیب EVELYN WAUGH کی تصنیف THE LOVED ONES پڑھی ہے میں اس سے اتنا متاثر ہوا کہ آپ کو یہ خط لکھنے بیٹھ گیا۔

آپ کے ملک کی انفرادیت کا میں یوں بھی معترف تھا مگر یہ کتاب پڑھ کر تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

جوابات کی خدا کی قسم لا جواب کی

واہ وا، واہ وا، واہ وا

چچا جان! واللہ مزہ آگیا کیسے زندہ دل لوگ آپ کے ملک میں بستے ہیں۔

ایوی لن واہمیں بتاتا ہے کہ آپ کے کیلی فورنیا میں مُردوں یعنی پھڑے ہوئے عزیزوں پر بھی ملمع کاری کی جاسکتی ہے اور اس کے لئے بڑے بڑے ادارے موجود ہیں۔ مرنے والے عزیز کی شکل مکروہ ہو تو ان میں سے کسی میں بھیج دیئے، فارم موجود ہے اس میں اپنی خواہشات درج کر دیجئے، کام حسبِ منشا ہو گا۔ یعنی مُردے کو آپ جتنا خوب صورت بنوانا چاہیں، دام دے کر بنوا سکتے ہیں، اچھے سے اچھا ماہر موجود ہے، جو مُردے کے جڑے کا اپریشن کر کے اس پر میٹھی سے میٹھی مسکراہٹ ثبت کر سکتا ہے۔ آنکھوں میں روشنی پیدا کی جاسکتی ہے، ماتھے پر حسبِ ضرورت نور پیدا کیا جاسکتا ہے اور یہ سب کام ایسی چلبک دستی سے ہوتا ہے کہ قبر میں منکر نکیر بھی دھوکہ کھا جائیں۔

بھئی خدا کی قسم چچا جان، آپ کے ملک کا کوئی جواب پیدا نہیں کر سکتا

زندوں پر آپریشن سنا تھا، پلاسٹک سرجری سے زندہ آدمیوں کی شکل سنواری جاسکتی ہے اس کے متعلق بھی یہاں کچھ چرچے ہوئے تھے مگر یہ نہیں سنا تھا کہ آپ مُردوں تک کی شکل سنوار دیتے ہیں۔

یہاں آپ کے ملک کا ایک سیاح آیا تھا چند احباب نے مجھ سے ان کا تعارف کرایا۔ اس وقت میں بھائی ایوی لن وا کی کتاب پڑھ چکا تھا میں نے ان سے ان کے ملک کی تعریف کی اور یہ شعر پڑھا۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

سیاح صاحب میرا مطلب نہ سمجھے مگر حقیقت یہ ہے چچا جان کہ ہم نے اپنی صورت کو بگاڑ رکھا ہے۔ اتنا سخ کر رکھا ہے کہ اب وہ پہچانی بھی نہیں جاتی۔ اپنے آپ سے بھی نہیں اور ایک آپ ہیں کہ اپنے مکروہ صورت مُردوں تک کی شکل سنوار دیتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اس دنیا کے تختے پر ایک صرف آپ کی قوم ہی کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ بخدا باقی سب جھک مار رہے ہیں۔

ہماری زبان اردو کا ایک شاعر غالب ہوا ہے اس نے آج سے قریب قریب ایک صدی پہلے کہا تھا۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا

نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

غریب کو زندگی میں اپنی رسوائی کا ڈر نہیں تھا، کیونکہ وہ اول تا آخر رسوائے زمانہ رہی۔ اس کو خوف اس بات کا تھا کہ بعد از مرگ رسوائی ہوگی آدمی وضعِ مدعا تھا۔ خوف نہیں بلکہ یقین تھا اسی لئے اس نے غرقِ دریا ہونے کی خواہش کی کہ جنازہ اٹھے نہ مزار بنے۔

کاش وہ آپ کے ملک میں پیدا ہوا ہوتا۔ آپ اس کا بڑی شان و شوکت سے جنازہ اٹھاتے اور اس کا مزار سکائی سکر پیر کی صورت بناتے اور اگر اسی کی خواہش پر عمل کرتے تو شیشے کا ایک حوض تیار کرتے جس میں اس کی لاش رہتی دنیا تک غرق رہتی اور چڑیا گھر میں لوگ اسے جا جا کر دیکھتے۔

بھائی ایوی لن وا بتاتا ہے کہ وہاں مُردہ انسانوں ہی کے لئے نہیں مُردہ حیوانوں کی نوک پلک درست کرنے والے ادارے بھی موجود ہیں حادثے میں اگر کسی کتے کی دم کٹ جاتی ہے تو دوسری لگا دی جاتی ہے مرحوم کی شکل و صورت میں اس کی زندگی میں جتنے عیب تھے، اس کی موت کے بعد چلبک دست ہاتھ درست کر دیتے ہیں اسے شان و شوکت کے ساتھ کفن و دفن دیا جاتا ہے اس کی تربیت پر پھول چڑھانے کا انتظام بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر سال جس روز کسی کا پالتو مرا ہو۔ اس ادارے کی طرف سے ایک کارڈ بھیج دیا جاتا ہے جس پر کچھ اس قسم کی عبارت ہوتی ہے۔

”جنت میں آپ کا بیبی یا جفی آپ کی یاد میں اپنی دم یا کان ہلا رہا ہے۔“

ہم سے تو آپ کے ملک کے کتے ہی اچھے۔ یہاں آج مرے کل دوسرا دن۔ کسی کا عزیز مرتا ہے تو اس غریب پر ایک آفت ٹوٹ پڑتی ہے اور وہ دل ہی دل میں چلاتا ہے۔ ”کم بخت یہ کیوں مرا۔۔۔ مجھے ہی موت آگئی ہوتی!“ سچ تو یہ ہے چچا جان ہمیں مرنے کا سلیقہ آتا ہے نہ جینے کا۔

آپ کے ملک میں ایک صاحب نے کمال کر دیا۔ ان کو یقین نہیں تھا کہ ان کی موت کے بعد ان کا جنازہ سلیقے اور قرینے سے اٹھے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کفن و دفن کی بہار دیکھ لی۔۔۔ یہ ان کا حق تھا۔ وہ بڑی شائستگی، نفاست اور امدت کی زندگی بسر کرتے تھے ہر چیز ان کی منشا کے مطابق ہوتی تھی۔ ہو سکتا ہے موت کے بعد ان کا جنازہ اٹھانے میں کسی سے کوئی کوتاہی ہو جاتی۔ بہت اچھا کیا جو انہوں نے زندگی ہی میں اپنی موت کی آرائش و زیبائش دیکھ لی۔ مرنے کے بعد ہوتا رہے جو ہوتا ہے۔

تازہ ”لائف“ (مورخہ ۵ نومبر ۱۹۵۱ء انٹرنیشنل اڈیشن) دیکھا، واللہ آپ لوگوں کی زندگی کا ایک اور زندگی آموز پہلو آنکھوں کے سامنے روشن ہوا۔ دو پورے صفحوں پر تصویروں کے ساتھ آپ کے ملک کے مشہور و معروف ”گینگسٹر“ کے جنازے کی پوری روداد مرقوم تھی۔ دلی موریٹی (خدا اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) کی شبیہ دیکھی۔ اس کا وہ عالی شان گھر دیکھا جو اس نے حال ہی میں پچپن ہزار ڈالر میں فروخت کیا تھا اور اس کی وہ پانچ ایکڑ کی سٹیٹ بھی دیکھی جہاں وہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ ہو کر آرام اور چین کی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا اور مرحوم کا وہ فوٹو بھی دیکھا۔ جس میں وہ بستر پر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کئے لیٹا ہے اور اس کا پانچ ہزار ڈالر کا تابوت اور اس کے جنازے کا جلوس جو پھولوں سے لدی پھندی گیارہ بڑی بڑی طو زینوں اور پچھتر کاروں پر مشتمل ہے۔۔۔ اللہ واحد شاہد ہے آنکھوں میں آنسو آگئے۔

خاکم بدہن! اگر آپ انتقال فرما جائیں تو خدا آپ کو دلی موریٹی سے زیادہ عزت اور شان عنایت فرمائے۔۔۔ یہ پاکستان کے ایک غریب مصنف کی دلی دعا ہے جس کے پاس سواری کے لئے ایک ٹوٹی پھوٹی سائیکل بھی نہیں۔ وہ آپ سے ایک استدعا بھی کرتا ہے، کہ کیوں نہ آپ اپنے ملک کے دور اندیش آدمی کی طرح اپنی زندگی ہی میں اپنا جناہ اٹھتا دیکھ لیں۔۔۔

بندہ بشر ہے ہو سکتا ہے کسی سے بھول چوک ہو جائے۔ ہو سکتا ہے آپ کے چہرے کا کوئی خط سنورنے سے رہ جائے اور آپ کی روح کو تکلیف پہنچے۔ مگر بہت ممکن ہے آپ یہ خط پہنچنے سے پہلے ہی اپنا جنازہ اپنی حسب منشا عظیم الشان دھوم دھام سے اٹھوا کے دیکھ چکے ہوں۔ اس لئے کہ آپ مجھ سے کہیں زیادہ صاحب فہم و ادراک ہیں اور میرے چچا ہیں۔

بھائی جان ار سکاٹن کولڈول کو سلام اور حج کو بھی جنہوں نے ان کو فحاشی کے جرم سے بری کیا تھا کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو اسے معاف فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

آپ کا مفلس بھتیجا

سعادت حسن منٹو سکھ پاکستان

(یہ خط پوسٹل اسٹیمپ خرید نہ سکنے کے باعث پوسٹ نہ کیا جا سکا)

آپ ہی کے مالک کا دور دورہ تھا۔ بے چارے ٹامیوں کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا۔ بمبئی میں جتنی اینگلو انڈین، یہودی اور پارسی لڑکیاں جو عصمت فروشی کو از راہ فیشن اختیار کئے ہوئے تھیں امریکی فوجیوں کی بغل میں چلی گئیں۔

چچا جان، میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کے امریکہ کا کوئی فوجی کسی یہودن، پارسی یا اینگلو انڈین لڑکی کو اپنے ساتھ چمٹائے گزرتا تھا تو ٹامیوں کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے تھے۔

اصل میں آپ کی ہر ادرازی ہے۔ ہمارے فوجی کو تو یہاں اتنی تنخواہ ملتی ہے کہ وہ اس کا آدھا پیٹ بھی نہیں بھر سکتی۔ مگر آپ ایک معمولی چپڑاسی کو اتنی تنخواہ دیتے ہیں کہ اگر اس کے دو پیٹ ہیں تو وہ ان کو بھی ناک تک بھر دے۔

چچا جان، گستاخی معاف۔ کیا یہ فراڈ تو نہیں۔ آپ اتنا روپیہ کہاں سے لاتے ہیں چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے لیکن آپ جو کام کرتے ہیں اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نمائش ہی نمائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں مگر غلطیاں انسان ہی کرتا ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی انسان ہیں اگر نہیں ہیں تو میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

میں کہاں سے کہاں چلا گیا۔ بات بمبئی سنٹرل ریلوے اسٹیشن کی تھی۔ میں نے وہاں آپ کے کئی فوجی دیکھے۔ ان میں زیادہ تر سفید فام تھے۔ کچھ سیاہ فام بھی تھے۔ میں آپ سے سچ عرض کروں کہ یہ کالے فوجی، سفید فوجیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تنومند اور صحت مند تھے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے ملک کے لوگ اس کثرت سے چشمہ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ گوروں نے تو خیر چشمے لگائے ہوئے تھے لیکن کالوں نے بھی جنہیں آپ حبشی کہتے ہیں اور بوقت ضرورت ”لنچ“ کر دیتے ہیں۔ وہ کیوں عینک کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب آپ کی حکمت عملی ہے۔ آپ چونکہ پانچ آزاویوں کے مدّعی ہیں، اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جنہیں آپ بڑی آسانی سے ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سلا سکتے ہیں اور سلاتے رہے ہیں، ایک موقعہ دیا جائے کہ وہ آپ کی دنیا کو آپ کی عینک سے دیکھ سکیں۔

چچا سام کے نام دوسرا خط

مکرمی و محترمی چچا جان!

تسلیمات

عرصہ ہوا میں نے آپ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا تھا۔ آپ کی طرف سے تو اس کی کوئی رسید نہ آئی مگر کچھ دن ہوئے آپ کے سفار تھانے کے ایک صاحب جن کا اسم گرامی مجھے اس وقت یاد نہیں۔ شام کو میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک سوڈیشی نوجوان بھی تھے ان صاحبان سے جو گفتگو ہوئی۔ وہ میں مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔

ان صاحب سے انگریزی میں مصافحہ ہوا۔ مجھے حیرت ہے چچا جان کہ وہ انگریزی بولتے تھے۔ امریکی نہیں۔ جو میں ساری عمر نہیں سمجھ سکتا۔

بہر حال ان سے آدھ پون گھنٹہ باتیں ہوئیں۔ وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے، جس طرح ہر امریکی پاکستانی یا ہندوستانی سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ میں نے بھی یہی ظاہر کیا ہے کہ مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے سفید فام امریکنوں سے مل کر کوئی راحت یا مسرت نہیں ہوتی۔

آپ میری صاف گوئی کا برا نہ مانئے گا۔ پچھلی بڑی جنگ کے دوران میں میرا قیام بمبئی میں تھا۔ ایک روز مجھے بمبئی سنٹرل (ریلوے اسٹیشن) جانے کا اتفاق ہوا۔ ان دنوں وہاں

میں نے وہاں بمبئی سنٹرل کے اسٹیشن پر ایک حبشی فوجی کو دیکھا۔ اس کے ڈنڑیہ موٹے موٹے تھے۔ وہ اتنا تو مند تھا کہ میں ڈر کے مارے سکڑ کر آدھا ہو گیا۔ لیکن پھر بھی میں نے جرات سے کام لیا۔

وہ اپنے سامان سے ٹیک لگائے سستا رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس کی آنکھیں مندی ہوئی تھیں۔ میں نے بوٹ کے ذریعے سے آواز پیدا کی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو میں نے اس سے انگریزی میں کہا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ ”میں یہاں سے گزر رہا تھا، لیکن آپ کی شخصیت دیکھ کر ٹھہر گیا۔“ اس کے بعد میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

اس کالے کلوٹے فوجی نے جو چشمہ لگائے ہوئے تھا اپنا فولادی پنچہ میرے ہاتھ میں بیوست کر دیا۔ قریب تھا کہ میری ساری ہڈیاں چور چور ہو جائیں کہ میں نے اس سے التجا کی۔ ”خدا کے لئے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔“

اس کے کالے کالے اور موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی اور اس نے ٹھٹھ امر کی لہجے میں مجھ سے پوچھا ”تم کون ہو؟“

میں نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں یہاں کا باشندہ ہوں۔“
یہاں اسٹیشن پر تم نظر آگئے تو بے اختیار میرا جی چاہا کہ تم سے دو باتیں کرتا جاؤں۔“

اس نے مجھ سے عجیب و غریب سوال کیا۔ ”اتنے فوجی موجود ہیں۔ تمہیں مجھ ہی سے ملنے کا شوق کیوں پیدا ہوا؟“

چچا جان سوال ٹیڑھا تھا، لیکن جواب خود بخود میری زبان پر آ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔ ”میں کالا ہوں، تم بھی کالے ہو۔ مجھے کالے آدمیوں سے پیار ہے۔“

وہ اور زیادہ مسکرایا۔ اس کے کالے اور موٹے ہونٹ مجھے اتنے پیارے لگے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ انہیں چوم لوں۔

چچا جان، آپ کے ہاں بڑی خوب صورت عورتیں ہیں۔ میں نے آپ کا ایک فلم دیکھا تھا۔ کیا نام تھا اس کا۔ ہاں یاد آ گیا۔ ”بیدنگ بیوٹی“ یہ فلم دیکھ کر میں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ چچا جان اتنی خوب صورت ٹانگیں کہاں سے اکٹھی کر لائے ہیں۔

میرا خیال ہے قریب قریب دو ڈھائی سو کے قریب تو ضرور ہوں گی۔ چچا جان، کیا واقعی آپ کے ملک میں ایسی ٹانگیں عام ہوتی ہیں؟ اگر عام ہوتی ہیں تو خدا کے لئے (اگر آپ خدا کو مانتے ہیں) تو ان کی نمائش کم از کم پاکستان میں بند کر دیجئے۔

ہو سکتا ہے کہ یہاں آپ کی عورتوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اچھی ٹانگیں ہوں۔ مگر چچا جان یہاں کوئی ان کی نمائش نہیں کرتا۔ خدا کے لئے یہ سوچئے کہ ہم صرف اپنی بیوی ہی کی ٹانگیں دیکھتے ہیں۔ دوسری عورتوں کی ٹانگیں دیکھنا ہم اپنے آپ پر حرام سمجھتے ہیں۔ ہم بڑے اور تھوڑے کس کے قسم کے آدمی ہیں۔

بات کہاں سے نکلی تھی، کہاں چلی گئی۔ میں اس کی معذرت نہیں چاہتا کہ آپ ایسی ہی تحریر پسند کرتے ہیں

کہنا یہ تھا کہ آپ کے وہ صاحب جو یہاں کے قونصل خانے سے وابستہ ہیں، میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے لئے ایک افسانہ لکھوں، میں بہت متحیر ہوا۔ اس لئے کہ مجھے انگریزی میں لکھنا آتا ہی نہیں۔ میں نے ان سے عرض کی۔ ”جناب میں اردو زبان کا رائٹر ہوں۔ میں انگریزی لکھنا نہیں جانتا۔“

انہوں نے فرمایا۔ ”مجھے اردو میں چاہئے۔ ہمارا ایک پرچہ ہے۔ جو اردو میں شائع ہوتا ہے۔“

میں نے اس کے بعد مزید تفتیش کی ضرورت نہ سمجھی اور کہا ”میں حاضر ہوں۔“
اور خدا واحد ناظر ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آپ کے کئے پر تشریف لائے ہیں۔ آپ نے انہیں میرا وہ خط پڑھا دیا تھا جو میں نے آپ کو لکھا تھا۔

خیر، اس قصے کو چھوڑیئے۔ جب تک پاکستان کو گندم کی ضرورت ہے۔ میں آپ سے کوئی گستاخی نہیں کر سکتا۔ ویسے بحیثیت پاکستانی ہونے کے (حالانکہ میری حکومت مجھے اطاعت گزار نہیں سمجھتی) میری دعا ہے کہ خدا کرے کہ کبھی آپ کو بھی باجرے اور ”نک سک کے سراگ“ کی ضرورت پڑے اور میں اگر اس وقت زندہ ہوں تو آپ کو بھیج سکوں۔

اب سنئے کہ ان صاحب کو جن کو آپ نے بھیجا تھا مجھ سے پوچھا۔ ”آپ ایک افسانے کے کتنے روپے لیں گے۔“

چچا جان، ممکن ہے آپ جھوٹ بولتے ہوں — اور آپ یقیناً بولتے ہیں، بطور فن — اور یہ فن مجھے ابھی تک نصیب نہیں ہوا۔
لیکن اس روز میں نے ایک مبتدی کے طور پر جھوٹ بولا اور ان سے کہا۔ ”میں ایک افسانے کے دو سو روپے لوں گا۔“

اب حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے ناشر مجھے ایک افسانے کے لئے زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس روپے دیتے ہیں۔ میں نے ”دو سو روپیہ“ تو کہہ دیا لیکن مجھے اس احساس سے اندرونی طور پر سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اتنا جھوٹ کیوں بولا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔

لیکن چچا جان مجھے سخت حیرت ہوئی، جب آپ کے بھیجے ہوئے صاحب نے بڑی حیرت سے (معلوم نہیں، وہ مصنوعی تھی یا اصلی) فرمایا۔ ”صرف دو سو روپے — کم از کم ایک افسانے کے لئے پانچ سو روپے تو ہونے چاہئیں۔“

اب میں حیرت زدہ ہو گیا کہ ایک افسانے کے لئے پانچ سو روپے — یہ تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا — لیکن میں اپنی بات سے کیسے ہٹ سکتا تھا — چنانچہ میں نے چچا جان، ان سے کہا۔ ”صاحب دیکھئے، دو سو روپے ہی ہوں گے۔ بس اب آپ اس کے متعلق زیادہ گفتگو نہ کیجئے۔“

وہ چلے گئے — شاید اس لئے کہ وہ سمجھ چکے تھے کہ میں نے پی رکھی ہے — وہ شراب جو میں پیتا ہوں، اس کا ذکر میں اپنے پہلے خط میں کر چکا ہوں۔

چچا جان، مجھے حیرت ہے کہ میں اب تک زندہ ہوں — حالانکہ مجھے پانچ برس ہو گئے ہیں، یہاں کا کشیدہ زہر پیتے ہوئے — میرا خیال ہے۔ اگر آپ یہاں تشریف لائیں، تو میں آپ کو یہ زہر پیش کروں گا۔ امید ہے، آپ بھی میری طرح حیرت انگیز طور پر زندہ رہیں گے اور آپ کی پانچ آزادیاں بھی سلامت رہیں گی۔

خیر — اس قصبے کو چھوڑیئے — دوسرے روز صبح سویرے جب کہ میں برآمدے میں شیو کر رہا تھا۔ آپ کے وہی صاحب تشریف لائے مختصر سی بات چیت ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا ”دیکھئے۔ دو سو کی رٹ چھوڑیئے۔ تین سو لے لیجئے۔“

میں نے کہا، چلو ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے تین سو روپے لے لئے — روپے جیب میں رکھنے کے بعد میں نے ان سے کہا ”میں نے آپ سے سو روپے زیادہ وصول کئے ہیں — لیکن یہ واضح رہے کہ جو کچھ میں لکھوں گا وہ آپ کی مرضی کے مطابق نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ اس میں کسی قسم کے رد و بدل کا حق بھی میں آپ کو نہیں دوں گا۔“
وہ چلے گئے۔ پھر نہیں آئے چچا جان اگر آپ کے پاس پہنچے ہوں اور انہوں نے آپ کو کوئی رپورٹ پہنچائی ہو تو ازراہ کرام اپنے پاکستانی بھتیجے کو اس سے ضرور مطلع فرمادیں۔
میں وہ تین سو روپے خرچ کر چکا ہوں۔ اگر آپ واپس لینا چاہیں، تو میں ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا کر دوں گا۔

امید ہے کہ آپ اپنی پانچ آزادیوں سمیت خوش و مخرم ہوں گے۔

خاکسار

آپ کا بھتیجا — سعادت حسن منٹو
۳۱ لکشمی مینشنز ہال روڈ لاہور

چچا سام کے نام تیسرا خط

چچا جان تسلیمات

بہت مدت کے بعد آپ کو مخاطب کر رہا ہوں میں دراصل بیمار تھا۔ علاج اس کا وہی آپ نشاط انگیز تھا ساقی مگر معلوم ہوا، کہ یہ محض شاعری ہی شاعری ہے معلوم نہیں ساقی کس جانور کا نام ہے آپ لوگ تو اسے عمر خیام کی رباعیوں والی حسین و جمیل فتنہ ادا اور عشوہ طراز معشوقہ کہتے ہیں جو بلور کی نازک گردن صراحیوں سے اس خوش قسمت شاعر کو جام بھر بھر کے دیتی تھی۔ مگر یہاں تو کوئی مونچھوں والا بد شکل لونڈا بھی اس کام کے لئے نہیں ملتا۔

یہاں سے حسن بالکل رنچکڑ ہو گیا ہے عورتیں پردے سے باہر تو آئی ہیں مگر انہیں دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے ہی رہیں تو اچھا تھا آپ کے مکس فیکٹر نے ان کا حلیہ اور بھی مسخ کر کے رکھ دیا ہے آپ مفت گندم بھیجتے ہیں۔ مفت لڑا پڑ بھیجتے ہیں۔ مفت ہتھیار بھیجتے ہیں۔ کیوں نہیں آپ سودو سو ٹھیٹ امریکی لڑکیاں یہاں روانہ کر دیتے جو ساقی گری کے فرائض بطریق احسن انجام دیں۔

میں اپنی بیماری کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کا باعث وہی خانہ ساز شراب تھی۔ اللہ اس خانہ خراب کا خانہ خراب کرے زہر ہے لیکن نہایت خام قسم کا سب کچھ جانتا تھا سب کچھ سمجھتا تھا مگر۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جانے اس عطار کے لونڈے میں کیا کشش تھی کہ حضرت میر اسی سے دوا لیتے رہے، حالانکہ وہی ان کے مرض کا باعث تھا یہاں میں جس شراب فروش سے شراب لیتا ہوں وہ تو مجھ سے بھی کہیں زیادہ مریض ہے میں تو اپنی سخت جان کی وجہ سے بچ گیا لیکن اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔

تین مہینے ہسپتال میں رہا ہوں جنرل وارڈ میں تھا مجھے وہاں آپ کی کوئی امریکی امداد نہ ملی میرا خیال ہے آپ کو میری بیماری کی کوئی اطلاع نہیں ملی ورنہ آپ ضرور وہاں سے دو تین پٹیاں ٹیرالائی سین کی روانہ کر دیتے اور ثواب دارین حاصل کرتے۔

ہماری فورن پبلیٹی بہت کمزور ہے اس کے علاوہ ہماری حکومت کو ادیبوں، شاعروں اور مصوروں سے کوئی دلچسپی نہیں آخر۔

کس کس کی حاجت روا کرے کوئی

ہماری پچھلی مرحوم گورنمنٹ تھی جنگ شروع ہوئی تو انگریز بہادر نے فردوسی اسلام حقیق جانندھری کو سونگ پبلیٹی ڈیپارٹمنٹ کا ڈائریکٹر بنا کر ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔ پاکستان بنا تو اس کو صرف ایک کوٹھی اور شاید ایک پریس الاٹ ہوا۔ اب بیچارہ اخباروں میں اپنا رونا رو رہا ہے کہ ترانہ کمیٹی نے اس کو نکال باہر کیا حالانکہ سارے پاکستان میں اکیلا وہی شاعر ہے جو دنیا کی اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے لئے قومی ترانہ لکھ سکتا ہے اور اس کی دھن بھی تخلیق کر سکتا ہے۔

اس نے اپنی انگریز بیوی کو طلاق دیدی ہے اس لئے کہ انگریزوں کا زمانہ ہی نہیں رہا۔ اب سنا ہے کسی امریکی بیوی کی تلاش میں ہے چچا جان! خدا کے لئے اس کی مدد کیجئے ایسا نہ ہو کہ غریب کی عاقبت خراب ہو۔

آپ کے یوں تو لاکھوں اور کروڑوں بھتیجے ہیں۔ لیکن مجھ ایسا بھتیجا آپ کو ایٹم بم کی روشنی میں بھی کہیں نہیں ملے گا۔ قبلہ کبھی ادھر بھی توجہ کیجئے، بس آپ کی ایک نظر التفات کافی ہے

صرف اتنا اعلان کر دیجئے کہ آپ کاملک (خدا) اسے رہتی دنیا تک سلامت رکھے، صرف اسی صورت میں میرے ملک کو (خدا اس کے شراب کشید کرنے والے کارخانوں کو نیست و نابود کرے) فوجی امداد دینے کے لئے تیار ہوگا۔ اگر سعادت حسن منٹو آپ کے حوالے کر دیا جائے۔

یہاں میری وقعت ایک دم بہت بڑھ جائے گی میں اس اعلان کے بعد شمع مٹے اور ڈائریکٹر مٹھے حل کرنا بند کر دوں گا۔ بڑی بڑی شخصیتیں میرے غریب خانے پر آئیں گی میں آپ سے بذریعہ ہوائی ڈاک ٹھیکٹ امریکی مسکراہٹ منگوا کر اپنے ہونٹوں پر لگالوں گا اور اس کے ساتھ ان کا استقبال کروں گا۔

اس مسکراہٹ کے ہزار معنی ہوتے ہیں مثال کے طور پر ”آپ نرے کھرے گدھے ہیں“ ”آپ پرلے درجے کے ذہین آدمی ہیں“ ”آپ سے مل کر مجھے بہت کوفت ہوئی“ ”آپ سے مل کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی“ ”آپ امریکہ کی بنی ہوئی بشرث ہیں“ ”آپ پاکستان کی بنی ہوئی ماچس ہیں“ ”آپ عرق گاؤ زبان ہیں“ ”آپ کو کوکولاہیں“ وغیرہ وغیرہ۔

میں رہنا پاکستان ہی میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی خاک بہت عزیز ہے جو میرے پھپھڑوں میں مستقبل جگہ بنا چکی ہے لیکن میں آپ کے ملک میں ضرور آؤں گا۔ اسلئے کہ میں اپنا کایا کلپ کرنا چاہتا ہوں پھپھڑے چھوڑ کر میں اپنے تمام باقی اعضاء آپ کے ماہروں کے سپرد کر دوں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ انہیں امریکی طرز کا بنادیں۔

مجھے امریکی چال ڈھال بہت پسند ہے اس لئے کہ چال ڈھال کا کام دینی ہے اور ڈھال چال کا۔ آپ کی بشرث کا نیا ڈیزائن بھی مجھے بہت بھاتا ہے ڈیزائن کا ڈیزائن اور اشتہار کا اشتہار۔ ہر روز یہاں آپ کے دفتر میں گئے مطلب کی یعنی پروپیگنڈے کی چیزیں اس پر چھپوائیں اور ادھر ادھر گھومتے پھرے کبھی شیزان میں جا بیٹھے، کبھی کافی ہاؤس میں اور کبھی چائینز لچ ہوم ہیں۔

پھر میں ایک پیکار ڈچاہتا ہوں، تاکہ جب میں یہ شرٹ پہنے، منہ میں آپ کا تحفہ کے طور پر دیا ہوا پائپ دبائے مال پر سے گزروں تو لاہور کے سب ترقی پسند اور غیر ترقی پسند ادیبوں کو

محسوس ہو کہ وہ سارا وقت بھاڑ ہی جھونکتے رہے تھے۔

لیکن دیکھئے چچا جان، اس کے پٹول کا بندوبست آپ ہی کرنا پڑے گا ویسے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ پیکار ڈھلتے ہی میں ایک افسانہ لکھوں گا جس کا عنوان "ایران کا نو من تیل اور رادھا" — یقین مانئے اس افسانے کے شائع ہوتے ہی ایران کے تیل کا سارا منٹا ہی ختم ہو جائے گا اور مولانا ظفر علی خان کو جو ابھی تک بقید حیات ہیں اپنے اس شعر میں مناسب و موزوں ترمیم کرنا پڑے گی۔

وائے ناکامی کہ چشمے تیل کے سوکھے تمام

لے کے لاند جارج جب بھاگے کنسٹرٹین کا

ایک چھوٹا سا، ننھا منّا ایٹم بم تو میں آپ سے ضرور لوں گا میرے دل میں مدت سے یہ خواہش دبی پڑی ہے کہ میں اپنی زندگی میں ایک نیک کام کروں۔ آپ پوچھیں گے، یہ نیک کام کیا ہے۔

آپ نے خیر کنی نیک کام کئے ہیں اور بدستور کئے جا رہے ہیں آپ نے ہیروشیما کو صفحہ ہستی سے نابود کیا ناگاساکی کو دھوئیں اور گرد و غبار میں تبدیل کر دیا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جاپان میں لاکھوں امریکی بچے پیدا کئے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست — میں ایک ڈرائی کلین کر نیوالے کو مارنا چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں بعض مولوی قسم کے حضرات پیشاب کرتے ہیں تو ڈھیلا لگاتے ہیں۔ مگر آپ کیا سمجھیں گے۔ بہر حال معاملہ کچھ یوں ہوتا ہے کہ پیشاب کرنے بعد وہ صفائی کی خاطر کوئی ڈھیلا اٹھاتے ہیں اور شلوار کے اندر ہاتھ ڈال کر سر بازار ڈرائی کلین کرتے چلتے پھرتے ہیں۔

میں بس یہ چاہتا ہوں کہ جو نبی مجھے کوئی ایسا آدمی نظر آئے جیب سے آپ کا دیا ہوا سنی ایچر ایٹم بم نکالوں اور اس پر دے ماروں تاکہ وہ ڈھیلے سمیت دھواں بن کر اڑ جائے۔

ہمارے ساتھ فوجی امداد کا معاملہ بڑی معرکے کی چیز ہے اس پر قائم رہئے گا۔ ادھر ہندوستان کے ساتھ بھی ایسا ہی رشتہ استوار کر لیجئے دونوں کو پرانے ہتھیار بھیجئے کیونکہ اب تو آپ نے وہ تمام ہتھیار کنڈم کر دیئے ہوں گے جو آپ نے پچھلی جنگ میں استعمال کئے تھے۔

آپ کا یہ فائنل اسلحہ ٹھکانے لگ جائے گا اور آپ کے کارخانے بیکار نہیں رہے گے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کشمیری ہیں ان کو تحفے کے طور پر ایک ایسی بندوق ضرور بھیجئے گا جو دھوپ میں رکھنے سے ٹھس کرے۔ کشمیری میں بھی ہوں مگر مسلمان۔ میں نے اپنے لئے آپ سے ننھا ایٹم بم مانگ لیا ہے۔

ایک بات اور — یہاں دستور بننے ہی میں نہیں آتا، خدا کے لئے آپ وہاں سے کوئی ماہر جلد از جلد روانہ کیجئے۔ قوم بغیر ترانے کے تو چل سکتی ہے۔ لیکن دستور کے بغیر نہیں چل سکتی۔ لیکن آپ چاہیں تو بابا چل بھی سکتی ہیں۔

چو چاہے آپ کا کُسن کرشمہ ساز کرے

ایک اور بات یہ خط ملتے ہی امریکی ماچسوں کا ایک جہاز روانہ کر دیجئے۔ یہاں جو ماچس بنی ہے اس کو جلانے کے لئے ایرانی ماچس خریدنی پڑتی ہے لیکن آدھی ختم ہونے کے بعد یہ بیکار ہو جاتی ہے اور بقایا تیلیاں جلانے کے لئے روسی ماچس لینا پڑتی ہے چو پٹاٹے زیادہ چھوڑتی ہے جلتی کم ہے۔

امریکی گرم کوٹ بہت خوب ہیں لنڈا بازار ان کے بغیر بالکل لنڈا تھا مگر آپ پتلونیں کیوں نہیں بھیجتے۔ کیا آپ پتلونیں نہیں اتارنے — ہو سکتا ہے کہ ہندوستان روانہ کر دیتے ہوں — آپ بڑے کائیاں ہیں ضرور کوئی بات ہے ادھر کوٹ بھیجتے ہیں، ادھر پتلونیں، جب لڑائی ہوگی تو آپ کے کوٹ اور آپ ہی کی پتلونیں، آپ ہی کے بھیجے ہوئے ہتھیاروں سے لڑیں گے۔

یہ میں کیساں رہا ہوں کہ چارلی چپلن اپنے امریکی شہریت کے حقوق سے دست بردار ہو گیا ہے اس مسخرے کو کیا سوچھی۔ ضرور اس کو کیونز م ہو گیا ہے۔ ورنہ ساری عمر آ۔ کہ ملک میں رہا ہمیں اس نے نام کمایا، ہمیں اس نے دولت حاصل کی کیا اسے وہ وقت یاد رہا جب لندن کے گلی کوچوں میں بھیک مانگتا پھرتا تھا اور کوئی پوچھتا نہیں تھا۔

روس چلا جاتا۔ لیکن وہاں مسخروں کی کیا کمی ہے چلو انگلستان ہی میں رہے اور کچھ نہیں تو وہاں کے رہنے والوں کو امریکنوں کا سا کھل کے ہنسا تو آ جائے گا اور وہ جو ہر وقت اپنے چہروں پر سنجیدگی اور طہارت کا غلاف چڑھائے رکھتے ہیں کچھ تو اپنی جگہ سے ہٹے گا۔

اچھا میں اب خط کو بند کرتا ہوں۔
 بنڈی لانا کو فوری اسٹائل کا ایک بوسہ

خاکسار

سعادت حسن منٹو

۱۵/ مارچ ۱۹۵۴

۳۱ لکشی مینشٹنر ہال روڈ، لاہور

چچا سام کے نام چوتھا خط

۳۱ لکشی مینشنز

ہال روڈ لاہور پاکستان

چچا جان - آداب و نیاز

ابھی چند روز ہوئے میں نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا اب یہ دوسرا لکھ رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جوں جوں آپ کی پاکستان کو فوجی امداد دینے کی بات پختہ ہو رہی ہے میری عقیدت اور سعادت مندی بڑھ رہی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو ہر روز خط لکھا کرو۔

ہندوستان لاکھ ٹاپا کرے آپ پاکستان سے فوجی امداد کا معاملہ ضرور کریں گے اس لئے کہ آپ کو اس دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے استحکام کی بہت زیادہ فکر ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ یہاں کانٹرا روس کے کمیونزم کا بہترین توڑ ہے۔ فوجی امداد کا سلسلہ شروع ہو گیا تو آپ سب سے پہلے ان ملاؤں کو مسلح کیجئے گا ان کے لئے خالص امریکی ڈھیلے خالص امریکی تسمیں اور خالص امریکی جائے نمازیں روانہ کیجئے گا استروں اور قینچیوں کو سرفہرست رکھیے گا خالص امریکی خضاب لا جواب کا نسخہ بھی اگر آپ نے ان کو مرحمت کر دیا تو سمجھئے پو بارہ ہیں۔

فوجی امداد کا مقصد جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان ملاؤں کو مسلح کرنا ہے میں آپ کا پاکستانی

بھتجا ہوں مگر آپ کی سب رمزیں سمجھتا ہوں لیکن عقل کی یہ ارزانی آپ ہی کی سیاسیات کی عطا کردہ ہے (خدا اسے نظر بد سے بچائے)

ملاؤں کا یہ فرقہ امریکی اسٹائل میں مسلح ہو گیا تو سویٹ روس کو یہاں سے اپنا پانڈان اٹھانا ہی پڑے گا جس کی نگلیوں تک میں کمیونزم اور شوٹلزم گھلے ہوتے ہیں۔

امریکی اوزاروں سے کتری ہوئی لیں ہوں گی۔ امریکی مشینوں سے سلے ہوئے شرعی پیچھے ہوں گے امریکی مٹی کے ان ٹچڈ بائی ہینڈ، قسم کے ڈھیلے ہوں گے امریکی رحلیں اور امریکی جائے نمازیں ہوں گی۔ بس آپ دیکھئے گا چاروں طرف آپ ہی کے نام کے تسبیح خواں ہوں گے۔

یہاں کے نچلے نچلے اور نچلے درمیانی طبقے کو اوپر اٹھانے کی کوشش تو ظاہر ہے کہ آپ خوب کریں گے بھرتی انہی دو طبقوں سے شروع ہوگی۔ دفاتروں میں چپراسی اور کلرک بھی یہیں سے چنے جائیں گے تنخواہیں امریکی اسکیل کی ہوں گی جب ان کی پانچویں گھی میں ہوں گی اور سرکڑا ہے میں تو کمیونزم کا بھوت دم دبا کر بھاگ جائے گا۔

بھرتی کا سلسلہ شروع ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن آپ کا کوئی سپاہی ادھر نہیں آنا چاہئے میں یہ ہرگز نہیں دیکھ سکتا کہ ہماری پاکستانی لڑکیاں اپنے جوانوں کو چھوڑ کر آپ کے سپاہیوں کے ساتھ چمکتی پھریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ یہاں خوبصورت اور نومند امریکی نوجوان بھیجیں گے۔ لیکن میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ ہمارا اوپر کا طبقہ ہر قسم کی بے غیرتی قبول کر سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی اپنے دیدے آپ کی لائڈریوں میں دھلوا چکا ہے۔ مگر یہاں کا نچلا نچلا اور نچلا درمیانی طبقہ ایسی کوئی چیز برداشت نہیں کرے گا۔

البتہ آپ وہاں سے امریکی لڑکیاں روانہ کر سکتے ہیں جو ہمارے جوانوں کی مرہم پٹی کریں ان کو رقص کرنا سکھائیں کھلم کھلا بو سے لینے کی تعلیم دیں ان کی جھینپ دور کریں اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے آپ اپنے ایک فلم بیدنگ بیوٹی میں اپنی سینکڑوں لڑکیوں کی ننگی اور گداز ٹانگیں دکھا سکتے ہیں ہمارے ہاں ایسی ٹانگیں پیدا کیجئے تاہم ہم بھی اپنے اکلوتے فلم اسٹڈیو ”شاہ نور“ میں ایک ایسا فلم بنائیں اور ”اپوا“ والوں کو دکھائیں تاکہ انہیں کچھ مسرت ہو۔

ہاں ہمارے یہاں ”اپوا“ ایک عجیب و غریب شے تخلیق ہوئی ہے جو بڑے آدمیوں کی بڑی ہوسٹیلٹیوں کے شغل کا دلچسپ نتیجہ ہے یہ آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کا مخفف نام ہے اس میں اور زیادہ تخفیف کی گنجائش نہیں لیکن کوشش ضرور ہو رہی ہے جو آپ کو ان مائل بہ تخفیف بلاؤزوں میں نظر آسکتی ہے جن میں سے ان کے پنسنے والیوں کے پیٹ باہر جھانکتے نظر آتے ہیں ابھی ابتدا ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ بلاؤز عام طور پر چالیس برس سے اوپر کی عورتیں استعمال کرتی ہیں جن کے پیٹ کئی مرتبہ کلبوت چڑھ چکے ہوتے ہیں — چچا جان میں عورت کے پیٹ پر خود وہ امریکی ہو یا پاکستانی اور سب کچھ دیکھ سکتا ہوں مگر اس پر جھریاں نہیں دیکھ سکتا۔

”اپوا“ والیاں تخفیف لباس کے متعلق ہر وقت سوچنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ انہیں کوئی آزمودہ نسخہ بتائے آپ کے یہاں پینٹھ پینٹھ برس کی بڑھیاں اپنے پیٹ دکھاتی ہیں مگر ان پر مجال ہے جو ایک جھری بھی نظر آجائے۔ معلوم نہیں وہ منہ زبانی نچے پیدا کرتی ہیں یا انہیں کوئی ایسا گر معلوم ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاشی بھی نہ ٹوٹے۔

بہر حال اگر آپ کو یہاں تخفیف لباس چاہئے تو ہالی وڈ کے چند ماہرین یہاں روانہ کر دیجئے آپ کے یہاں پلاسٹک سرجری کا فن عروج پر ہے فی الحال ایسے نصف درجن سرجن یہاں بھیج دیجئے جو ہماری بڑھیوں کو لال لگام کے قابل بنا دیں۔

مقتفی شاعری کا زمانہ تھا تو ہمارے یہاں معشوق کی کمری نہیں تھی۔ اب غیر مقتفی شاعری کا دور ہے مگر یہ ایسا لانا پڑا ہے کہ اب معشوق کی ناپید کر کچھ اس طرح پیدا ہوئی ہے کہ اسے دیکھو تو سارا معشوق اسے کے پیچھے غائب ہو جاتا ہے پہلے یہ حیرت ہوتی تھی کہ وہ ازار بند کما باندھتا ہے اب یہ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس درخت کا تپا ہے جس کے ارد گرد اس غریب کو باندھنے کی کوشش کی گئی ہے آپ مہربانی فرما کر بنفس نفیس یہاں تشریف لائیے۔ اور فوجی معاہدہ کرنے سے پہلے اس بات کا فیصلہ کیجئے کہ یہاں معشوق کی کمر ہوئی چاہئے یا نہیں اس لئے کہ فوجی نقطہ نگاہ سے یہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔

ایک بات اور — آپ کے فلم ساز ہندوستانی صنعت فلم سازی سے بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے پچھلے دنوں گرگیری پک ہندوستان پہنچا ہوا تھا اس

نے فلم اشار ٹریا کے ساتھ تصویر کچھوائی اس کے حُسن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے پچھلے دنوں سنا تھا کہ ایک امریکی فلم ساز نے نرگس کے گلے میں بازو ڈال کر اس کا بوسہ بھی لیا تھا۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے ہمارے پاکستان کی ایکٹریس مرگئی ہیں کیا؟ گلشن آرا موجود ہے یہ جُدا بات ہے کہ اس کا رنگ توے کی مانند کالا ہے اور لوگ اسے دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ گلشن پر آرا چلا ہوا ہے لیکن ہے تو ایکٹریس کئی فلموں کی ہیروئن ہے اور اپنے پہلو میں دل بھی رکھتی ہے صبیحہ ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کی ایک آنکھ تھوڑی سے بھیجی ہے مگر آپ کی ذرا سی توجہ سے دُرست ہو سکتی ہے۔

یہ بھی سنا ہے کہ آپ ہندوستانی فلم سازوں کو مالی امداد بھی دے رہے ہیں چچا جان یہ کیا ہرجائی پنا ہے یعنی جو لٹو پنچو آتا ہے اسکو آپ مدد دینا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ کا گریگری پک جائے جہنم میں (معاف کیجئے مجھے غصہ آگیا ہے) آپ اپنی دو تین ایکٹریس یہاں بھیج دیجئے اس لئے کہ ہمارا اکلوتا ہیرو سنتوش کمار بہت اداس ہے پچھلے دنوں وہ کراچی گیا تھا تو اس نے کو کو کولا کی سو بوتلیں پی کر ریٹا ہے ورتھ کو خواب میں ایک ہزار مرتبہ دیکھا تھا۔

مجھے لپ اسٹک کے متعلق بھی آپ سے کچھ عرض کرنا ہے وہ جو کس پروف، لپ اسٹک آپ نے بھیجی تھی۔ ہمارے اونچے طبقے میں بالکل مقبول نہیں ہوئی۔ لڑکیوں اور بڑھیوں کا کہنا ہے کہ یہ محض نام ہی کی ”کس پروف“ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کنگ کا طریقہ ہی غلط ہے میں نے دیکھا ہے لوگوں کو یہ شغل فرماتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تربوز کی پھانک کھا رہے ہیں آپ کے یہاں ایک کتاب چھپی تھی۔ جس کا عنوان ”بوسہ لینے کا فن“ تھا مگر معاف کیجئے کتاب پڑھ کر آدمی کچھ بھی نہیں سیکھ سکتا۔ آپ وہاں سے فوراً بذریعہ ہوائی جہاز ایک امریکی خاتون روانہ کر دیجئے جو ہمارے اونچے طبقے پر تربوز کھانے اور بوسہ لینے میں جو فرق ہے بطریق احسن واضح کر دے۔ نچلے نچلے درمیانی طبقے کو یہ فرق بتانے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ ان تکلفات سے ہمیشہ بے نیاز رہا ہے اور ہمیشہ بے نیاز رہے گا۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میرا وعدہ اب کسی حد تک آپ کے امریکی گندم کا عادی ہو

گیا ہے اب اسے ہمارے یہاں کی آب و ہوا اس آبی شروع ہو گئی ہے۔ کیونکہ اب اس کے آٹے نے پاکستان اسٹائل کی روٹیوں اور چپاتیوں کی شکل اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، میرا خیال ہے، خیر سگلی کے طور پر آپ یہاں کے گندم کا بیج اپنے ہاں منگوائیں۔ آپ کی مٹی بڑی زرخیز ہے اس اختلاط سے جو امریکی پاکستانی گندم پیدا ہوگی بڑی خوبیوں کی حامل ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کوئی نیا آدم پیدا ہو جائے جس کی اولاد ہم اور آپ سے مختلف ہو۔

میں آپ سے ایک راز کی بات پوچھتا ہوں پچھلے دنوں میں نے یہ خبر پڑھی تھی۔ کہ غنی دہلی میں بھارت کی دیویاں رات کو اپنے بالوں میں چھوٹے چھوٹے تفتے لگا کر گھومتی ہیں جو بیڑی سے روشن ہوتے ہیں خبر میں یہ بھی لکھا تھا کہ بعض دیویاں اپنے بلاؤزوں کے اندر بھی ایسے تفتے لگاتی ہیں تاکہ ان کا اندر باہر روشن رہے۔ یہ ایج کیس آپ ہی کی تو نہیں تھی؟ اگر تھی تو چچا جان سبحان اللہ۔ میرا خیال ہے اب آپ انہیں سفوف تیار کر کے بھیجیں جس کے کھانے سے ان کا سارا بدن روشن ہو جایا کرے۔ اور کپڑوں سے باہر نکل نکل کر اشارے کیا کرے۔

پنڈت جواہر لال نہرو پرانے خیالات کے آدمی ہیں وہ اس باپو کے شاگرد ہیں جس نے نوجوانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں پر ایسا شیڈ یا بڈا استعمال کیا کریں جو نظربازی سے روکا کرے۔ پچھلے دنوں انہوں نے اپنی دیویوں کو یہ تلقین کی تھی کہ وہ اپنے ستر کا خیال رکھا کریں اور میک اپ سے پرہیز کیا کریں مگر ان کی کون سنے گا۔ البتہ ہالی وڈ کی آواز سننے کے لئے یہ دیویاں ہر وقت تیار ہیں۔ آپ یہ سفوف سے وہاں ضرور روانہ کریں۔ پنڈت جی کا ردِ عمل کافی پُر لطف ہو گا۔

میں اس لفافے میں آپ کو ایک تصویر بھیج رہا ہوں یہ پاکستانی خاتون کی ہے جس نے بمبئی کی مجھیرنوں کی چولی کا سا بلاؤز پہنا ہوا ہے اس میں سے اس کے پیٹ کا تھوڑا سا نچلا حصہ جھانک رہا ہے۔ یہ آپ کی خواتین کے ننگے پیٹوں کو ایک عدد پاکستانی گڈ گڈی ہے۔

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

آپ کا بر خودار بھتیجا

سعادت حسن منٹو

۲۱ فروری ۱۹۵۴ء

چچا سام کے نام پانچواں خط

محترمی چچا جان

تسلیمات۔ میں اب تک آپ کو ”پیارے چچا جان“ سے خطاب کرتا رہا ہوں پر اب کی دفعہ میں نے ”محترمی چچا جان“ لکھا ہے اس لئے کہ میں ناراض ہوں۔ ناراضی کا باعث یہ ہے کہ آپ نے مجھے میرا تحفہ (ایٹم بم) ابھی تک نہیں بھیجا۔ بتائیے یہ بھی کوئی بات ہے۔

ساتھ باپ سے زیادہ چچا بچوں سے پیار کرتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے امریکہ میں ایسا نہیں ہوتا۔ مگر وہاں بست سی ایسی باتیں نہیں ہوتیں جو یہاں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں آئے دن وزارتیں بدلتی ہیں آپ کے یہاں ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا۔ یہاں نبی پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں نہیں ہوتے۔ یہاں ان کے ماننے والے وزیر خارجہ بنتے ہیں اس پر ملک میں ہنگامے برپا ہوتے ہیں مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ ان ہنگاموں پر تحقیقاتی کمیشن بیٹھتی ہے اس کے اوپر کوئی اور بیٹھ جاتا ہے۔ وہاں اس قسم کی کوئی دلچسپ بات نہیں ہوتی۔

چچا جان میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ اپنے یہاں نبی کیوں پیدا نہیں ہونے دیتے۔ خدا کی قسم ایک پیدا کر لیجئے۔ بڑی تفریح رہے گی۔ بڑھاپے میں وہ آپ کی لاشی کا کام دے گا۔ اس لاشی سے آپ امریکہ کی ساری بھینسیں بانک سکیں گے (بھینسیں تو یقیناً آپ کے یہاں ضرور ہوں گی)

اگر آپ نبی پیدا کرنے سے کسی وجہ سے معذور ہوں تو مجھے حکم دیجئے میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے گزارش کروں گا وہ اپنا صاحب زادہ بھیج دیں گے جلدی لکھنے گا۔ ایسا نہ ہو آپ کے دشمن روس سے مانگ آجائے اور آپ منہ دیکھتے رہ جائیں۔

بلت لٹم بم کی تھی جو میں نے آپ سے تحفے کے طور پر مانگا تھا اور نبی لاطوں کی طرف چلا گیا۔ ہاں — کتنی معمولی بات تھی۔ میں نے صرف ایک چھوٹا، بہت ہی چھوٹا اینٹ بم مانگا تھا جس سے میں ایک ایسے آدمی کو اڑا سکتا جو مجھے اپنے گھرے دار شلوار کے نیچے کے اندر ہاتھ ڈال کر ڈھیلا لگاتا نظر آتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میری خواہش کی شدت کو محسوس نہیں کیا۔ شاید آپ ہائیڈروجن بموں کے تجربات میں مشغول تھے۔

چچا جان، یہ ہائیڈروجن بم کیا بلا ہے۔ آٹھویں جماعت میں ہم نے پڑھا تھا کہ ہائیڈروجن ایک گیس ہوتی ہے ہوا سے ہلکی، آپ اس کڑواہٹ کے سینے سے کس ملک کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں روس کا؟

مگر سنا ہے وہ کم بخت نائٹروجن بم بنا رہا ہے آٹھویں جماعت ہی میں ہم نے پڑھا تھا کہ نائٹروجن ایک گیس ہوتی ہے جس میں آدمی زندہ نہیں رہ سکتا میرا خیال ہے کہ آپ اس کے جواب میں آکسیجن بم بنا دیں آٹھویں جماعت میں ہم نے پڑھا تھا کہ نائٹروجن اور آکسیجن گیس جب آپس میں ملتی ہیں تو پانی بن جاتا ہے۔ کیا ہی مزا آئے گا ادھر آپ آکسیجن بم پھینکیں گے ادھر روس نائٹروجن بم — باقی دنیا پانی میں ڈبکیاں لگائے گی۔

خیر یہ تو مذاق کی بات تھی سنا ہے آپ نے ہائیڈروجن بم صرف اس لئے بنایا ہے کہ دنیا میں مکمل امن و امان قائم ہو جائے۔ یوں تو اللہ کی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن مجھے آپ کی بات کا یقین ہے ایک اس لئے کہ میں نے آپ کا گندم کھایا ہے اور پھر میں آپ کا بھتیجا ہوں — بزرگوں کی بات یوں بھی چھوٹوں کو فوراً مانتی چاہئے لیکن میں پوچھتا ہوں، اگر آپ نے دنیا میں امن و امان قائم کر دیا تو دنیا کتنی چھوٹی ہو جائے گی۔ میرا مطلب ہے کتنے ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہوں گے — میری بھتیجی جو اسکول میں پڑھتی ہے کل مجھ سے

دنیا کا نقشہ بنانے کو کہہ رہی تھی میں نے اس سے کہا۔ ابھی نہیں پہلے مجھے چچا جان سے بات کر لینے دو۔ ان سے پوچھ لوں کون سا ملک رہے گا کون سا نہیں رہے گا۔ پھر بنا دوں گا۔

خدا کے لئے روس کو سب سے پہلے اڑائیے گا، اس سے مجھے خدا واسطے کا بیر ہے سات آٹھ دن ہوئے وہاں سے فنکاروں کا ایک وفد آیا تھا۔ خیر سگلی کر کے میرا خیال ہے اب واپس چلا گیا ہے اس وفد میں ناپنے اور گانے والیاں تھیں، جنہوں نے ناچ گا کر ہمارے سادہ لوح پاکستانیوں کا دل موہ لیا۔ اب آپ اس کے توڑ میں جب تک وہاں سے کوئی ایسا گانا بجاتا ناچتا تھرکتا خیر سگلی وفد نہیں بھیجیں گے کام نہیں چلے گا۔

میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہالی وڈ کی چند ”ملین ڈالر“ ٹانگوں والی لڑکیاں یہاں روانہ کر دیجئے، مگر آپ نے اپنے کم عقل بھتیجے کی اس بات پر کوئی غور نہ کیا اور ہائیڈروجن بم کے تجربوں میں مصروف رہے۔ قبلہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ذرا اپنے سفارت خانے متعینہ پاکستان سے پوچھئے۔ یہاں ہر ایک کی زبان پر تمہارا خام اور مادام عاشورہ کا نام ہے، یہاں کا ایک بہت بڑا اردو اخبار ”زمیندار“ ہے اس کے ایڈیٹر بڑے زاہد خشک قسم کے نوجوان ہیں۔ ان پر اس روسی وفد نے اتنا اثر کیا کہ نشر میں شاعری کرنے لگے ایک پیرا ملاحظہ فرمائیے۔

”جب وہ گارہی تھی تو کھچا کھچ بھرے ہوئے اوپن تھیر (شاید آپ کے یہاں ایسا تھیر نہ ہو) میں سامعین کے سانس لینے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ تھیر پر جھکا ہوا تاروں بھرا آسمان اور سٹیج کے چاروں طرف ابھرے ہوئے سرسبز درخت بھی دم بخود تھے اور اس گھمبیر سنائے میں ایک کوئل کوک رہی تھی۔ اس کی تیز، گہری اور روح کو چیر دینے والی آواز، تاریک رات کے سینے میں جا بجا ان دیکھی روشنی کے گہرے گھاؤ ڈال رہی تھی۔“

پڑھ لیا آپ نے؟ — چچا جان یہ معاملہ بہت سنگین ہے ہائیڈروجن بموں کو فی الحال چھوڑیے اور اس طرف توجہ دیجئے۔ آپ کے پاس کیا حسیناؤں کی کمی ہے۔ چشم بد دور ایک سے ایک پناہی موجد ہے لیکن میں آپ کو ایک مشورہ دوں۔ جتنی بھیجے گا۔ سب کی ٹانگیں

”ملین ڈالر“ قسم کی ہوں اور ہمارے پاکستانی مردوں کو بوسہ دینے سے نہ گھبرائیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ نے ایک جہاز بھر کو لینوس ٹوتھ پیسٹ بھیج دی تو میں سب کے دانت صاف کرا دوں گا۔ ان کے منہ سے بو نہیں آئے گی۔

آپ میری بات مان گئے تو آپ کی سات آزادیوں کی قسم کھا کے کتنا ہوں کوروس والوں کے چٹکے چھوٹ جائیں گے اور تمہارا خانم اور مادام عاشورہ ٹاپتی رہ جائے گی اور زمیندار کے ایڈیٹر کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ لیکن چچا جان، ایک بات سن لیجئے اگر آپ نے الزبتھ ٹیلر کو بھیجا تو اس کے بوسے صرف میرے لئے وقف ہوں گے۔ مجھے اس کے ہونٹ بہت پسند ہیں۔

ہاں، اس خیر سگالی وفد میں کہیں اس حبشی گویئے پال رو بنسن کو نہ شامل کیجئے گا۔ سالہ (سالے کا مطلب ہے بیوی کا بھائی۔ ہم اسے گالی کے طور پر استعمال کرتے ہیں) کیونست ہے مجھے حیرت ہے آپ نے اسے ابھی تک ایٹ افریقہ کیوں نہیں بھیجا۔ وہاں اسے بڑی آسانی سے ماؤ ٹاؤ کی تحریک میں ماخوذ کر کے گولی سے اڑایا جاسکتا ہے۔

میں اس خیر سگالی وفد کا بے چینی سے انتظار کروں گا اور ”نوائے وقت“ کے مدیر سے کہوں گا۔ کہ وہ ابھی سے اس کا پروپیگنڈہ شروع کر دے۔ بڑانیک اور بر خودار قسم کا آدمی ہے۔ میری بات نہیں ٹالے گا۔ ویسے آپ اسے تحفے کے طور پر ریٹائپور تھ کی اوٹو گرافٹ تصویر بھجوا دیجئے گا۔ بے چارہ اسی میں خوش ہو جائے گا۔

میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جب آپ کا یہ خیر سگالی وفد لاہور میں آئے گا تو میں اسے ہیرا منڈی کی سیر کراؤں گا۔ شورش کشمیری صاحب کو میں سات لے چلوں گا۔ کہ وہ اس علاقے کے پیر ہیں (حال ہی میں آپ نے اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا عنوان ”اس بازار میں“ ہے۔ آپ اپنے سفارت خانے کو حکم دیجئے۔ وہ آپ کو اس کا ترجمہ کرا کے بھیج دے گا) یہاں ایک سے ایک درخشندہ و تابندہ ہیرا پڑا ہے۔ ہر تراش کا، ہر وزن کا۔

اب اور باتیں شروع کرتا ہوں۔ پاکستان کو آپ کی فوجی امداد دینے کے فیصلے اور مشرق بعید کے دیگر مسائل پر بھارت اور آپ کے اختلافات پر پنڈت نہرو نے پچھلے دنوں جو

زبردست نکتہ چینی کی تھی، سنا ہے اس کا یہ رد عمل ہوا ہے کہ آپ کے ملک کی حکمت عملی میں ایک نیا رجحان ترقی کر رہا ہے بعض کی یہ بھی رائے ہے کہ امریکہ بھارت کو اپنے عزائم کے متعلق اطمینان دلانے کی ضرورت سے زیادہ کوشش کر رہا ہے۔

آپ کے جنوبی ایشیائی اور افریقی معاملات کے اعلیٰ افسر، کیا نام ہے ان کا؟۔۔۔ ہاں۔۔۔ مسٹر جان جونگینز۔ نے اپنے ایک بیان میں بھارت کے لئے اپنے ملک کے خیر سگالی جذبات کی پیشکش کی ہے کہ اس کا تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ واشنگٹن دلی کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہا ہے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں پاکستان اور بھارت کو خوش رکھنے سے آپ کا واحد مقصد یہی ہے کہ جہاں کہیں بھی آزادی اور جمہوریت کا ٹمٹما دیا جا رہا ہے، اسے پھونک سے نہ بجھایا جائے بلکہ اس کو تیل دیا جائے۔

بلکہ تیل میں ڈبو دیا جائے تاکہ وہ پھر کبھی اپنی تشنہ لبی کا شکار نہ کرے۔۔۔ ہے نا چچا جان؟

آپ پاکستان کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے کہ آپ کو درہ خیبر سے بے حد پیار ہے جہاں سے حملہ آور صدیوں سے ہم پر حملہ کرتے رہے ہیں۔ اصل میں درہ خیبر ہے بھی بہت خوب صورت چیز، اس سے پیاری اور خوبصورت چیز پاکستان کے پاس اور ہے بھی کیا؟ اوز بھارت کو آپ اس لئے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں کہ پولینڈ، چیکو سلوواکیہ اور کوریا میں روس کی جارحانہ کاروائیاں دیکھ کر آپ کو ہر دم اس بات کا کھٹکا رہتا ہے کہ یہ سُرخ مملکت کہیں بھارت میں بھی دراختیاں اور ہتھوڑے چلانا شروع نہ کر دے۔

ظاہر ہے کہ بھارت کی آزادی خدا نخواستہ چھین گئی تو کتنا بڑا المیہ ہو گا۔۔۔ اس کا تصور کرتے ہی آپ کانپ اٹھتے ہوں گے۔

آپ کی تاروں والی اونچی ٹوپی کی قسم، آپ ایسا مخلص انسان کبھی پیدا ہوا ہے اور نہ ہو گا۔۔۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کی سات آزادیوں کو دن دو گئی اور رات چو گئی ترقی دے۔

یہاں ایک علاقہ ہے مغربی پنجاب، اس کے وزیر اعلیٰ ہیں فیروز خان نون (ان کی بیگم

ایک انگریز خاتون ہیں) آپ نے ان کا نام تو سنا ہو گا۔ حال ہی میں آپ نے اپنے دولت کدے پر (جو پچھلی فلم اسٹڈیو کے آگے ہے) ایک کانفرنس بلائی۔ اس میں آپ نے مسلم لیگ (جسے مشرقی پاکستان میں شکست فاش ہوئی ہے) کے کارکنوں کو مشورہ دیا۔ کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اشتراکیوں (مُرخوں) کے مقابلے کے لئے جدوجہد کریں۔

دیکھئے چچا جان آپ فیروز خان نون صاحب کا شکریہ ادا کیجئے اور خیر سگالی کے طور پر ان کی بیگم صاحب کے لئے ہالی وڈ کے سلع ہوئے دو تین ہزار فرانک بھیج دیجئے۔ کس آپ نے بھیج تو نہیں دیئے، میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ اب وہ ساڑھی پہنتی ہیں۔

بہر حال نون صاحب کا اشتراکیت دشمن ہونا بڑی نیک فال ہے کیونکہ کامریڈ فیروز الدین منصور پھر جیل میں ہو گا۔ مجھے اس کا ہر وقت دے کے مرض میں گرفتار رہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

اب میں آپ کو ایک بڑا اچھا مشورہ دیتا ہوں۔ ہماری حکومت نے حال ہی میں کامریڈ سبط حسن کو جیل سے رہا کیا ہے۔ آپ اس کو اغوا کر کے لے جائیے میرا دوست ہے، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ اپنی پیاری پیاری نرم نرم باتوں سے ایک روز مجھے ضرور کیونست بنالے گا۔ یوں تو میں اتنا ڈر پوک نہیں۔ کیونست ہو بھی جاؤں تو میرا کیا بڑ جائے گا، مگر آپ کی عزت پر حرف آنے کا خیال ہے لوگ کیا کہیں گے کہ آپ کا بھتیجا ایسے بڑے دلدل میں جا دھنسا۔ میری اس بر خور داری پر ایک شاباش تو بھیجئے۔

اب میں احوال روز گار کی طرف آتا ہوں۔ چچا جان آپ کی ریش مبارک کی قسم۔ دن بہت بُرے گزر رہے ہیں، اتنے بُرے گزر رہے ہیں کہ اچھے دنوں کے لئے دعا مانگنا بھی بھول گیا ہوں۔ یہ سمجھئے کہ بدن پر لتے جھولنے کا زمانہ آگیا ہے کپڑا اتنا مڑکا ہو گیا ہے۔ کہ جو غریب ہیں ان کو مرنے پر کفن بھی نہیں ملتا، جو زندہ ہیں وہ تار تار لباس میں نظر آتے ہیں۔ میں نے تو تنگ آکر سوچا ہے کہ ایک ”بنگا کلب“ کھول دوں۔ لیکن سوچتا ہوں ننگے کھائیں گے کیا۔ ایک دوسرے کا تنگ؟ مگر وہ بھی اتنا کریہہ ہو گا کہ نگاہیں لقمہ اٹھاتے ہی وہیں رکھ دیں گے۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے کوئی تنگی سی تنگی ہے کوئی ترشی سی ترشی ہے لیکن چچا جان داد

دیجئے۔

گو میں رہا رہیں ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

لیکن چھوڑیئے اس قصے کو، آپ خوش گلو، خوش اندام اور خوش خرام حسینوں کا وہ خیر سگالی وفد بھیج دیجئے۔ ہم اس غربت میں بھی اپنا جی ”پشوری“ کر لیں گے۔ فی الحال آپ الزبتھ ٹیلر کے ہونٹوں کا ایک پرنٹ بھیج دیجئے، خدا آپ کو خوش رکھے۔

آپ کا تابعدار بھتیجا
سعادت حسن منٹو

۳۱ کشمی مینشنز ہال روڈ
لاہور۔

چچا سام کے نام چھٹا خط

چچا جان

آداب و تسلیمات

یہ میرا چھٹا خط تھا میں نے خود پوسٹ کرایا تھا جیرت ہے، کہاں گم ہو گیا۔

چچا سام کے نام ساتواں خط

چچا جان !

آداب و تسلیمات — معاف کیجئے گا میں اس وقت عجیب منحصرے میں گرفتار ہوں، میرے پچھلے خط کی رسید مجھے ابھی تک نہیں ملی کیا وجہ ہے؟ — یہ میرا چھٹا خط تھا میں نے خود پوسٹ کرایا تھا حیرت ہے کہاں گم ہو گیا۔

یہ درست ہے کہ ہمارے یہاں بعض اوقات اگر لاہور سے شیخوپورہ کوئی خط بھیجا جائے۔ تو ڈھائی تین سال کے عرصے میں پہنچتا ہے اور یہ محض ”چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد“ کے طور پر دانستہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ہم پاکستانی شاعر مزاج لوگ ہیں۔ لیکن آپ کے ساتھ ایسی دل لگی کا خیال بھی ہمارے ڈاک خانے کے محکمے کو کبھی آنے نہیں سکتا، اس لئے کہ وہ سب کا سب آپ کا مفت بھیجا ہوا گندم کھا چکا ہے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں ساری کارستانی روس کی ہے اور اس میں بھارت کا بھی ہاتھ ہے پچھلے دنوں لکھنؤ میں آپ کے اس بر خودار بھیجے پر ایک ”سمپوزیم“ ہوا تھا اس میں کسی نے کہا کہ میں آپ کے امریکہ کے لئے اپنے پاکستان میں زمین ہموار کر رہا ہوں۔

کتنی سچی بات ہے ابھی تک آپ نے بل ڈوز تو بھیجے نہیں اور یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ میں بھارت کے اس عقل کے اندھے سے پوچھتا ہوں کہ میں امریکہ کے لئے پاکستان میں زمین کس چیز سے ہموار کر رہا ہوں؟ — اپنے سر سے۔

میری باتیں بہت دیر کے بعد آپ کی سمجھ میں آتی ہیں صرف اس لئے کہ آپ ہائیڈروجن

بمبوں کے تجربات میں مصروف ہیں آپ کو دین کا ہوش ہے نہ دنیا کا۔ قبلہ ان بمبوں کو چھوڑیے۔۔۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ میرا چھٹا خط کمیونسٹ بالابالا لے اڑیں۔

میرے بس میں ہوتا تو میں شرارت پسندوں کے ایسے کان اینٹھتا کہ بلبل اٹھتے، مگر مصیبت یہ ہے کہ میں۔۔۔ اب آپ کو کیا بتاؤں۔ یہاں کے سارے بڑے بڑے کمیونسٹ میرے دوست ہیں۔ مثال کے طور پر احمد ندیم قاسمی، سبط حسن، عبداللہ ملک (حالانکہ مجھے اس سے نفرت ہے بڑا گھٹیا قسم کا کمیونسٹ ہے) فیروز الدین منصور، احمد راہی، حمید اختر، نازش کشمیری اور پروفیسر صفدر۔

چچا جان میں ان لوگوں کے سامنے چوں نہیں کر سکتا، اس لئے کہ میں ان سے آئے دن قرض لیتا رہتا ہوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مقروض قرض خواہ کے سامنے کچھ بول نہیں سکتا۔ آپ نے مجھے قرض تو کبھی نہیں دیا۔ البتہ شروع شروع میں جب میں نے آپ کو پہلا خط لکھا تھا تو اس سے متاثر ہو کر آپ نے خیر سگالی کے طور پر مجھے مالی امداد بھیجی تھی۔ یعنی تین سو روپے دیئے تھے۔ اور میں نے آپ کے اس جذبے سے متاثر ہو کر دل میں یہ عہد کر لیا تھا کہ عمر بھر آپ کا ساتھ دوں گا۔ مگر آپ نے میرے اس جذبے کی داد نہ دی اور مالی امداد کا سلسلہ بند کر دیا۔

پیارے چچا جان۔۔۔ مجھے بتائیے کہ مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ آپ مجھے سزا دے رہے ہیں۔ لاہور میں جو آپ کا دفتر ہے اس کے چڑا سی بھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کر رہے۔ دو تین جو نیز افسر جو میرے پاکستانی بھائی ہیں ان میں آپ نے ایسے سرخاب کے پر لگا دیئے ہیں کہ وہ میرا نام سنتے ہی مجھے گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔

آخر میرا قصور؟ میں نے اگر خلوص نیتی سے تسلیم کیا کہ آپ نے میری مالی امداد کی ہے تو اس میں انہوں نے کیا قباحت دیکھی۔ بھارت کو آپ کروڑوں ڈالر دے چکے ہیں وہ تسلیم کرتا ہے میرے پاکستان کو آپ نے مفت گندم بھیجا یہ غریب بھی تسلیم کرتا ہے، کراچی میں ہم لوگوں نے اونٹوں کا جلوس نکالا اور باقاعدہ اشتہار بازی کی کہ آپ نے ہم پر بہت بڑا کرم کیا ہے، یہ جدا بات ہے کہ آپ کا بھیجا ہوا گندم ہضم کرنے کے لئے ہمیں اپنے معدے امریکیا نے پڑے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ بھارت کو اربوں ڈالر کا قرض دے رہے ہیں۔ پاکستان کو فوجی امداد دینے کا بھی آپ نے وعدہ کیا ہے، لیکن میرا وظیفہ کیوں نہیں لگا دیتے۔ لوگ کیا کہیں گے کہ پاکستان کے اتنے بڑے افسانہ نگار کو صرف تین سو روپیاں دے کر آپ نے ہاتھ روک لیا۔ یہ میری ہنک ہے اور آپ کی بھی۔ اگر آپ وظیفہ نہیں دینا چاہتے تو نہ دیں۔ قرض میں کیا مضائقہ ہے ازراہ کرم فوراً ایک لاکھ ڈالر مجھے قرض دے ڈالئے تاکہ میں اطمینان کے دو سانس لے سکوں۔

آغا خان کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے کیونکہ وہ بھی بہت بڑا سرمایہ دار ہے اس کی حال ہی میں پلانٹیم جوہلی منائی گئی تھی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میری بھی ایک جوہلی ہو جائے۔ آپ میرے پیارے پیارے، بہت ہی پیارے چچا ہیں۔ آپ سے چو فچلے نہ بگھاروں تو کیا اپنے ملک کے وزیر اعظم محمد علی صاحب سے بگھاروں گا۔ خدا کے لئے میری ایک جوہلی کر ڈالئے تاکہ قبر میں میری روح بے چین نہ رہے۔

پاکستان۔۔۔ میرا پاکستان اپنے فنکاروں کی قدردانی میں غافل نہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ مجھ سے جو زیادہ حقدار ہیں ان کی فہرست بہت لمبی ہے پچھلے دنوں میری حکومت نے خان بہادر محمد عبدالرحمان چغتائی کے لئے پانچ سو روپے ماہوار تاحیات کا وظیفہ مقرر کیا۔ خان بہادر صاحب اللہ کے فضل سے صاحبِ جائیداد ہیں اس لئے وہ مجھ سے کہیں زیادہ مستحق تھے۔ اس کے بعد خان بہادر ابوالاثر حفیظ جالندھری صاحب کے لئے بھی تاحیات اتنا ہی وظیفہ منظور کیا گیا۔ اس لئے کہ وہ بھی صاحبِ ثروت ہیں۔

میری باری خدا معلوم کب آئے گی، اس لئے کہ میں الٹ شدہ مکان میں رہتا ہوں جس کا کرایہ بھی میں ادا نہیں کر سکتا۔

بہت سے مستحق اصحاب پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر میاں بشیر احمد بی۔ اے، آکس فدر ماہنامہ ”ہمایوں“ (سابق سفیر ترکی) سید امتیاز علی تاج، مسٹر اکرام پی سی ایس، فضل احمد کریم فضلی وغیرہ وغیرہ ان کا نمبر پہلے آتا ہے اس لئے کہ ان کو کسی وظیفے کی احتیاج نہیں۔ لیکن میری حکومت کا دل صاف ہے وہ خدمات دیکھتی ہے دولت نہیں دیکھتی۔ ویسے میں نے کون سا اتنا بڑا کام کیا ہے جو ان لوگوں کو چھوڑ کر میری حکومت اپنی توجہ

میری طرف منعطف کرے اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ میں صرف اس بل بوتے پر کہ میں آپ کا بھتیجا ہوں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ میری کوئی جوبلی کر ڈالئے۔

میری زندگی کے دن بہت کم ہیں آپ کو دکھ تو ہو گا مگر میں کیا کوں اس اختصار کا باعث آپ کی ذات شریف ہے اگر آپ کو میری صحت کا خیال ہو تو آپ اور کچھ نہیں تو کم از کم وہاں سے الڑبٹھ ٹیلر ہی کو میرے پاس بھیج دیجئے کہ وہ میری تیمارداری کرتی، معلوم ہوتی۔ آپ کیوں اتنی غفلت برت رہے ہیں کیا آپ میری موت چاہتے ہیں؟ یا کوئی اور بات ہے جسے آپ نے راز بنا کے رکھ چھوڑا ہے؟

مگر یہ راز اب راز نہیں رہا کہ میرے ملک پاکستان میں کمیونزم بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ میں آپ سے کیا چھپاؤں، بعض اوقات میرا بھی جی چاہتا ہے کہ سُرُخ پر لگا کر سُرُخا بن جاؤں۔ اب آپ ہی فرمائیے یہ کتنی خطرناک خواہش ہے اسی لئے میری بزرگوار میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ روسیوں کے ثقافتی وفد کے توڑ میں وہاں سے اپنی ”پن آپ گرلز“ کا ایک خیر سگلی وفد روانہ کر دیجئے۔ ساون کے دن آنے والے ہیں۔ اس موسم میں ہم لوگ بڑے رومانگ ہو جاتے ہیں میرا خیال ہے اگر آپ کا ارسال کردہ وفد اس موسم میں آئے تو بہت اچھا رہے گا۔ اس کا نام برشگلی وفد رکھ دیجئے گا۔

چچا جان۔ میں نے ایک بڑی تشویش ناک خبر سنی ہے کہ آپ کے یہاں تجارت اور صنعت بڑے نازک دور سے گزر رہی ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ عقل مند ہیں، لیکن ایک بے وقوف کی بات بھی سن لیجئے۔ یہ تجارتی اور صنعتی بحران صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ آپ نے کوریا کی جنگ بند کر دی ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ اب آپ ہی سوچئے کہ آپ کے ٹینکوں، بم بار ہوائی جہازوں، توپوں اور بندو قوں کی کھپت کہاں ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عالمی رائے عامہ کی شدید مخالفت کی بنا پر آپ کو جنگ بند کرنا پڑی ہے۔ لیکن عالمی رائے عامہ آپ کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ میرا مطلب ہے سارا عالم آپ کے ایک ہائیڈروجن بم کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے کوریا کی جنگ آپ نے بند کر دی ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے خیر اس کو چھوڑیئے۔ آپ ہندوستان اور پاکستان میں جنگ شروع کر دیجئے۔ کوریا کی جنگ کے فائدے اس جنگ کے فائدوں کے سامنے ماند نہ پڑ گئے تو میں

آپ کا بھتیجا نہیں۔

قبلہ ذرا سوچئے، یہ جنگ کتنی منفعت بخش تجارت ہوگی آپ کے تمام اسلحہ ساز کارخانے ڈبل شفت پر کام کرنے لگیں گے۔ بھارت بھی آپ سے ہتھیار خریدے گا اور پاکستان بھی۔ آپ کی پانچوں گلی میں ہوں گی، اور سرکڑا ہے میں۔

ویسے آپ ہند چینی میں جنگ جاری رکھئے۔ لوگوں کو تلقین کرتے رہئے کہ یہ بڑا نیک کام ہے۔ فرانسی عوام اور فرانسی حکومت جائے جہنم میں، وہ اس جنگ کے خلاف ہے تو ہوا کرے۔ ہمیں کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ آخر ہمارا مقصد تو دنیا میں امن و امان قائم کرنا ہے کیوں چچا جان؟

مجھے آپ کے مسٹر ڈلز کا یہ کہنا بہت پسند آیا ہے کہ آزاد دنیا کا مقصد کمیونزم کو شکست دینا ہے۔ یہ ہے ہائیڈروجن بم کی پراز حریت زبان۔

جاہل لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغربی اتحاد کا مقصد دوسری اقوام کے درمیان اختلافات کو طاقت کے بغیر حل کرنا ہونا چاہئے۔ میں پوچھتا ہوں۔ طاقت کے بغیر کوئی اختلاف آج تک حل ہوا ہے۔ آج کل تو ساری دنیا اختلافات سے بھری پڑی ہے اور اس کا حل اس کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے کہ دنیا کی مکمل تباہی کی تصویر پیش کر دی جائے اور اس سے کہا جائے کہ تم اپنے گھٹنے ٹیک دو۔

برطانیہ کے مسٹریوان کا آپ منہ بند کیوں نہیں کرتے، آپ کی بلی آپ ہی کو میاؤں، خرذات آپ کے خلاف زہرا گل رہا ہے، آپ کے مسٹر ڈلز کے متعلق کتا ہے کہ وہ جدید ترین خیالات سے بے بہرہ ہیں اور دنیا کو ہائیڈروجن بم سے ڈرا دھمکا کر اپنا آلو سیدھا کرتے ہیں۔ آلو کہیں کا۔

چچا جان مجھے بڑا تاؤ آتا ہے جب برطانیہ کا کوئی مسخرا آپ کے خلاف اول جلول بکتا ہے۔ میری مانئے، جزائر برطانیہ ہی کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیجئے۔ اولوالعزم لوگوں کے لئے یہ ٹاپو ہمیشہ درد سر بنے رہے ہیں۔ اگر آپ ان کو اڑانا نہیں چاہتے تو وہ بیس میل لمبی کھائی پاٹ دیجئے جو برطانیہ عظمیٰ کو یورپ سے جدا کرتی ہے اللہ بخشے نیولین بونا پارٹ اور ہر ہٹلر کو اس سے بڑی چڑھتی اگر یہ نہ ہوتی تو آج مسٹریوان بھی نہ ہوتے اور بہت ممکن ہے آپ

بھی غفر اللہ ہو گئے ہوتے، جو پریشانیاں اب آپ کو اٹھانا پڑ رہی ہیں ان سے آپ کو یقیناً نجات مل جاتی۔

میں آپ سے سچ کہتا ہوں آگے چل کر آپ کو برطانیہ بہت تنگ کرے گا۔ میں تو کبمل کو چھوڑتا ہوں۔ کبمل ہی مجھے نہیں چھوڑتا والا معاملہ ہو جائے گا۔ پچھلی جنگ میں جرمنی نے اٹلی کو اپنے ساتھ ملا لیا لیکن غریب مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ آپ اس چکر میں نہ پڑیے گا۔ بس اپنے اسی پرانے اصول پر قائم رہیں۔ ”کیس اینڈ کیری“

روڈبار انگلستان کو پر کر کے یورپ سے ملانے کا منصوبہ آپ یہ خط ملتے ہی بنالیں۔ میرا خیال ہے آپ کے انجینئر ایک مہینے کے اندر اندر اس کام سے عمدہ برآ ہو جائیں گے۔

میں نے اصل میں یہ خط آپ کو اس لئے لکھا تھا کہ آپ میری کوئی جوہلی منائیں کیونکہ مجھے اس کا بڑا شوق ہے۔

مجھے لکھتے ہوئے پچیس برس ہونے کو ہیں چونچلا ہی سی۔ لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور گڑگڑا کر کرتا ہوں کہ اور کچھ نہیں تو میری ایک جوہلی منا ڈالئے۔

چونکہ میرا پیشہ لکھنا ہے اس مناسبت سے اس جوہلی کا نام ”پارکر ففٹی ون قلموں“ میں تلواد دیجئے۔ ترازو میں احسان بن دانش کی ٹال سے لے لوں گا۔ معلوم نہیں ایک قلم کا وزن کتنا ہوتا ہے۔ میرا وزن اس وقت ایک من ڈھائی سیر ہے لیکن جوہلی کے روز تک یہ گھٹ کے ایک من رہ جائے گا۔ اگر آپ نے دیر کر دی تو مجھے بڑی ناامیدی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے میرا وزن گھٹتے گھٹتے صفر رہ جائے گا۔

آپ حساب لگا دیجئے کہ ایک من میں پارکر ففٹی ون قلم کتنے چڑھیں گے لیکن خدارا جلدی کیجئے گا۔

یہاں سب خیرت ہے مولانا بھاشانی اور مسٹر سروردی ماشاء اللہ دن بدن تندرست ہو رہے ہیں آپ سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں مولانا کو آپ ایک عدد خالص امریکی تسیج اور مسٹر سروردی کو ایک عدد خالص امریکی کیمرہ روانہ کر دیں، ان کی ناراضی دور ہو جائے

گی۔

ہیرا منڈی کی طوائفیں، شورش کاشمیری کے ذریعے مجھ سے مجرا عرض کرتی ہیں۔

مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۵۴ء

آپ کا تابع فرمان

سعادت حسن منٹو

۳۱ لکشی مینسٹرن ہال روڈ لاہور۔

چچا سام کے نام آٹھواں خط

چچا جان تسلیم و نیاز!

امید ہے کہ میرا ساآواں خط آپ کو مل گیا ہو گا۔ اس کے جواب کا مجھے انتظار ہے کیا آپ نے روسی ثقافتی وفد کے توڑ میں کوئی ایسا ہی ثقافتی اور خیر سگالی وفد یہاں پاکستان میں بھیجنے کا ارادہ کر لیا؟ مجھے اس سے ضرور مطلع فرمائے گا تاکہ اس طرف سے مجھے اطمینان ہو جائے اور میں یہاں کے کمیونسٹوں کو جو ابھی تک روسی وفد کی شاندار کامیابی پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ یہ خبر سنا کر برقادوں کہ میرے چچا جان اس سے بھی کہیں بڑھ کر ایسا وفد بھیج رہے ہیں جس میں ملین ڈالر ٹانگوں اور ملین ڈالر جوہنوں والی لڑکیاں شامل ہوں گی۔ جن کی ایک جھٹک دیکھ کر ہی ان کی رال ٹپکنے لگے گی۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے صوبے کے وزیر اعظم جناب ملک فیروز خان نون صاحب میدانِ عمل میں کود پڑے ہیں آپ نے پچھلے دنوں زیر لب صرف اتنا کہا تھا کہ ہمیں کمیونسٹوں کی ریشہ دوانیاں دبانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مبارک ہو کہ دبانے کا یہ کام شروع ہو چکا ہے بسم اللہ کمیونسٹوں کے دفتر پر پولیس کے چھاپے سے ہوئی ہے اور میں یہ خط اسی خوشی میں لکھ رہا ہوں۔

ہمارے اخبار کہتے ہیں کہ بہت جلد ”سرخوں“ کی گرفتاریوں کی بھرمار شروع ہو جائیگی محکمہ پولیس نے گرفتار کئے جانے والوں کی فہرست تیار کر لی ہے اللہ نے چاہا تو بہت جلد یہ فتنہ

ساز جیلوں میں ہوں گے سب سے پہلے اگر کامریڈ فیروز الدین منصور کو قید کیا گیا تو مجھے بڑی راحت ہوگی۔ اس کو دسے کی شکایت ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جس کو یہ مرض ہو تو وہ مرنے کا کبھی نام ہی نہیں لیتا۔ یہ مرض کی اگر زیادتی ہے تو کامریڈ منصور کی بھی زیادتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اب اسے جیل ڈالا گیا تو ضرور مرجائے گا۔ جس کم جہاں پاک احمد ندیم قاسمی بھی یقیناً قید ہو جائے گا میاں افتخار الدین نے اس کو اپنے پرچے ”امروز“ کا ایڈیٹر بنا کر بہت بڑا جرم کیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ میاں صاحب گرفتار کئے جاتے۔ مگر وہ بڑے کانیاں ہیں۔ پولیس ہتھکڑیاں لے کر اس کی کوٹھی پہنچے گی تو وہ مسکرا کر باہر نکلیں گے اور ”سٹے کا آرڈر“ دکھا دیں گے۔ پچھلے دنوں ”امروز“ اور ”پاکستان ٹائمز“ کے دفاتر میں کرائے کی نادہندگی کے باعث تالے لگنے ہی والے تھے کہ ایک ”سٹے آرڈر“ مداری کی مانند تھیلے سے باہر نکال کر پولیس کی متحیر آنکھوں کے سامنے رکھ دیا تھا۔ بہر حال احمد ندیم قاسمی بھی قصور وار ہے۔ اس کو اسی کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ کم بخت ”بیچ دریا“ کا قلمی نام لکھ کر آپ کی تاروں بھری ٹوپی اچھا لٹا رہتا ہے۔

میری تو یہ رائے ہے کہ آپ پانچ چھ امریکی لڑکیاں (صرف کنواری) اس کی بہنیں بنا دیں۔ اس کو راور راست پر لانے کا یہ نسخہ بہت مجرب ہے۔ اس صورت میں اس کو جیل خانے میں ٹھننے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جب پانچوں گھی میں اور سر کڑا ہے میں ہو گا تو کمیونزم اس کے دماغ سے ایسے غائب ہوگی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

جو نئی یہاں سرخوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ میری برخورداریاں نوٹ فرماتے جائیے گا۔ اگر آپ اچھے موڈ میں ہوں تو مجھے تین سو روپے بطور قرض دینا نہ بھولے گا پچھلا تین سو تو میں نے دو دن کے اندر اندر ہی ختم کر ڈالا تھا اور آپ کی یہ عنایت قریب قریب دو برس پرانی ہو چکی ہے۔

میں نے اپنے چھٹے خط کے متعلق جو آپ تک نہیں پہنچا۔ تفتیش کی تھی۔ جیسا کہ مجھے شک تھا۔ یہ سب ان ناہنجار کمیونسٹوں کی شرارت تھی۔ احمد راہی کو آپ جانتے ہیں؟ وہی ترنجن کا مصنف، جس کو ہماری حکومت نے پانچ سو روپیہ انعام دیا تھا کہ اس نے پنجابی زبان میں بڑی پیاری نظمیں لکھیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ نظمیں بڑی پیاری اور نرم و نازک

ہیں۔ مگر آپ نہیں جانتے یہ احمد راہی بڑا خطرناک کمیونسٹ ہے پارٹی آفس میں دوسرے ممبر ٹوٹے پیالوں میں چائے پیتے ہیں۔ مگر یہ چھپ چھپ کر بیڑ پیتا ہے اور پی پی کر موٹا ہو رہا ہے۔ میرا دوست ہے۔ میں نے اسی کو خط پوسٹ کرنے کے لئے دیا تھا۔ مگر کمیونسٹ جو ہوا یہ خط گول کر گیا اور پارٹی کے حوالے کر دیا۔ مجھے ابھی تک پورے طور پر تاؤ نہیں آیا اور میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں۔ ورنہ میں نے سوچ رکھا ہے کہ ایک دن اس کو اتنی بیڑ پیالوں کہ اس کی توند پھٹ جائے۔

ایک دن کبھی مجھ سے کہنے لگا۔ کہ تم اپنے چچا سام کو چھوڑو۔ مالکوف سے خط و کتابت شروع کرو۔ آخر وہ تمہارا ماموں ہے۔ میں نے کہا یہ درست ہے۔ لیکن وہ میرے سوتیلے ماموں ہیں ان کو مجھ سے یا مجھ کو ان سے کبھی محبت نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اپنے سگے بھانجوں سے بھی کوئی اچھا برتاؤ نہیں وہ غریب اس پر اپنی جان چھڑکتے ہیں اس سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں اپنی خستہ حلیوں کے باوجود اس کی خدمت کرتے ہیں اور وہ صرف ایک سوکھی شلباشی وہاں سے سرخ مرلگا کر روانہ کر دیتا ہے۔ انگریز چچا اور انگریز ماموں اس روسی ماموں سے لاکھ درجے بہتر تھے۔ گو سر، خان بہادر اور خان صاحب ایسے خطابیوں ہی سے سرفراز فرما کر ٹر خا دیتے تھے۔ لیکن مالکوف صاحب یہ بھی نہیں کرتے۔ میں جب مانوں کہ وہ عبداللہ ملک کو جوان کا سب سے وفادار بھانجا ہے۔ کوئی چھوٹا سا خطاب ہی عطا فرما دیں۔ اس کے لئے جیل جا کر آرام و اطمینان سے کتابیں لکھنے میں کتنی آسانی ہو جائے گی۔

کچھ بھی ہو۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ نے تو پہلے تین سو روپوں ہی میں مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خرید لیا تھا۔ اگر آپ تین سو روپے اور بھیج دیں دوسری زندگی میں بھی اس غلامی کو برقرار رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ بشرطیکہ اللہ میاں جو آپ سے بڑا ہے۔ میرے لئے پانچ چھ سو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دے۔ اگر انہوں نے کسی حوالے سے میرا نکاح پڑھوا دیا تو افسوس ہے کہ یہ وعدہ اس صورت میں بالکل ایفا نہ ہو سکے گا۔ میری صاف بیانی کی داد دیجئے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ میں اللہ میاں اور اس کی حوا کے سامنے چیں تک بھی نہ کر سکوں گا آج کل ہمارے یہاں شلای ممانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ پہلے شاہ ایران آئے۔

پھر شاہ عراق پھر پرنس علی خان آپ کی ریٹائرمنٹ کے سابق شوہر مہاراجہ جے پور اور اب شاہ سعود والی سعودی عرب، میں شاہ سعود خالد کے مکہ کا آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا حال مختصراً بیان کرتا ہوں۔ شاہ سعود اپنے پچیس شہزادوں سمیت ہوائی جہاز کے ذریعے سے کراچی پہنچے۔ جہاں ان کا بڑا شاندار استقبال ہوا۔ ان کے شہزادے اور بھی ہیں معلوم نہیں وہ کیوں نہیں آئے۔ شاید اس لئے کہ دو تین ہوائی جہاز اور درکار ہوں گے۔ یا ان کی عمر بہت چھوٹی ہو گی اور اپنی ماؤں کی گود کو ہوائی جہاز پر ترجیح دیتے ہوں گے۔ بات بھی ٹھیک ہے اپنی ماؤں اور اونٹنیوں کا دودھ پینے والے بچے گلیکسو یا کاؤگیٹ کے خشک دودھ پر کیسے جی سکتے ہیں۔

چچا جان! غور کرنے والی بات ہے شاہ سعود کے ساتھ ماشاء اللہ ان کے ۲۵ لڑکے تھے لڑکیاں خدا معلوم کتنی ہوں گی خدا ان کی عمر دراز کرے۔ اور شاہ کو نظر بد سے بچائے۔ مجھے بتائیے کہ آپ کی سات آزادیوں والی مملکت میں کوئی ایسا مرد مجاہد یا مردم خیز موجود ہے جس کی اتنی اولاد ہو۔ چچا جان! یہ سب ہمارے مذہب اسلام کی دین ہے اور یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا، ناپیڑ کی یہ رائے ہے۔ کہ آپ فوراً اپنی سلطنت کا سرکاری مذہب اسلام قرار دے دیں۔ اس سے بڑے فائدے ہوں گے۔ قریب قریب ہر شادی شدہ مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہوگی۔ اگر ایک عورت چار بچے بھی بڑے بخل سے کام لے کر پیدا کرے تو اس حساب سے سولہ لڑکے لڑکیاں ایک مرد کی مردانگی اور اس کی بیوی کی ذرخیزی کا ثبوت ہونی چاہئیں۔ لڑکے اور لڑکیاں جنگ میں کتنی کام آ سکتی ہیں۔ آپ جماندیدہ ہیں۔ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میں امرتسر کا رہنے والا ہوں مسٹر ریڈ کلف کی مہربانی سے یہ اب بھارت میں چلا گیا ہے اس میں ایک حکیم تھے احمد ابو تراب، آپ نے اپنی زندگی میں دس شادیاں کیں چار چار کر کے نہیں۔ ایک ایک کر کے ان بیویوں سے ان کے بے شمار اولاد تھی جب انہوں نے ۹۰ سال کی عمر میں آخری شادی کی تو ان کے بڑے لڑکے کی عمر ۷۵ سال کی اور سب سے چھوٹے کی جو اس آخری بیوی کے بطن سے پیدا ہوا تھا صرف دو برس کی تھی۔ ایک سو بارہ برس کی عمر میں آپ کا انتقال یہاں لاہور میں ایک مہاجر کی حیثیت سے ہوا کسی شاعر نے ان کی تاریخ وفات اس مشہور مصرعے میں نکالی تھی۔ ”حسرت ان

خجوں پر ہے جو بن کھلے مرجھا گئے“ (۱۲۷۱ھ) یہ بھی اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے منظور شدہ مذہب اسلام کی برکت تھی اگر آپ کے شادی شدہ مردوں کو شروع شروع میں چار بیویوں کو بیک وقت سنبھالنے میں کسی قسم کی دقت محسوس ہو تو شاہ سعود کو یہاں بلا کر ان کی خدمات سے استفادہ کر سکتے ہیں آپ ان کے دوست ہیں۔ ان کے والد مرحوم سے تو آپ کی گارہی چھنتی تھی۔ میں نے سنا تھا کہ آپ نے ان کے اور ان کے حرم کے لئے بڑی عالی شان گاڑیوں کا ایک کارواں تیار کر کے ان کو بطور تحفہ پیش کیا تھا۔

میرا خیال ہے۔ شاہ سعود آپ کو اپنے تمام صدری نسخے بتا دیں گے۔ ہمارے پاکستان کے ساتھ آج کل سوائے ہندوستان اور روس قریب قریب ہر ملک دلچسپی لے رہا ہے اور یہ سب آپ کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آپ نے ہماری طرف دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ اور ہم اس قابل ہو گئے کہ دوسرے بھی ہم پر نظر کرم فرمانے لگے ہم پاکستانی تو اسلام کے نام پر مرنے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ہم مصطفیٰ کمال پاشا اور انور پاشا کے شیدا تھے انور پاشا کے مرنے کی خبر آتی تو ہم سب لوگ سوگ کرتے۔ سچ جج کے آنسوؤں سے روتے جب یہ پتہ چلتا کہ وہ خدا کے فضل سے زندہ ہیں تو ہم خوشی سے ناپچتے کودتے اور گھر میں چراغاں کرتے۔ مصطفیٰ کمال اور انور دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ ہمیں اس کا کچھ علم نہیں تھا۔ ترکوں کو ہندی مسلمانوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ ہم کو تین میں سمجھتے تھے نہ تیرہ میں۔ اس کا ہمیں کچھ پتہ تھا۔ لیکن ہمیں ان سے محبت تھی کہ وہ ہمارے اسلامی بھائی تھے۔ ہم ایسے شریف النفس اور سادہ لوح ہیں۔ کہ ہمیں آٹے اور چینی کی اس تیل سے بھی محبت ہے جو یہاں ”اسلامی بھائیوں کا تیار کردہ“ ملتا ہے اس کو ہم اپنے سروں میں ڈالتے ہیں تو ایسا کیف آتا ہے کہ موجودہ جنت کی تمام لطافتیں اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں۔ ہم سب بڑے بڑھو مگر بڑے پیارے لوگ ہیں۔ خدا رہتی دنیا تک ہماری تمام صفات قائم رکھے میں بات شاہ سعود کے دورہ مسعود کی کر رہا تھا لیکن جذباتی ہو کر اسلام کے گن گانے لگا بات یہ ہے کہ اسلام کے گن گانے ہی پڑتے ہیں ہندو مذہب، عیسائی ریلجن، بدھ مت۔ آخر یہ کیا ہیں کیا ان کے ماننے والوں میں کوئی ایک فرد لڑکوں کا باپ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے اسی لئے میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ریاستہائے متحدہ

امریکہ کا سرکاری مذہب اسلام مقرر فرمادیں تاکہ آپ کو کوئی جاپان فتح کر کے حرامی بچے پیدا کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ چچا جان کیا آپ کو یہ حرامی پنا پسند ہے؟ میں مسلمان ہوں مجھے تو خدا اور اس کے رسول کی قسم اس سے سخت نفرت ہے۔ بچے ہی پیدا کرنے، ہیں۔ تو اس کا کتنا سہل طریقہ اسلام میں موجود ہے، نکاح پڑھوائے بڑے شوق سے بچے پیدا کیجئے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ بھی چار شادیاں کر لیجئے چچی جان اگر بقیہ حیات ہیں تو کوئی بات نہیں۔ آپ مشرف بہ اسلام ہو کر تین اور شادیاں کر سکتے ہیں۔ یہاں پاکستان میں آپ مشہور ایکٹریس عشرت جہاں بیو کو اپنے رشتہ مناکحت میں لاسکتے ہیں کہ وہ کئی شوہروں کا تجربہ رکھتی ہے۔ شاہ سعود بڑی پراز سحر شخصیت کے مالک ہیں۔ طیارے سے باہر نکلتے ہی آپ ہمارے لاہور کے موچی دروازے کے گورنر جنرل جناب غلام محمد خان سے بغلیگر ہوئے اور اسلامی بھائیوں کی رجسٹرڈ اخوت و محبت کا مظاہرہ کیا جو بڑا کفر شکن تھا۔ آپ کے اعزاز میں کراچی کے مسلمانوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر نعرے لگائے۔ جلسے کئے جلوس نکالے دعوتیں کیں! اسلام کی سیزدہ صد سالہ روایات کو قائم رکھا شاہ سعود اپنے ساتھ ایک سونے سے بھرا ہوا بکس لائے تھے جو کراچی کے مزدوروں سے بصد شکل اٹھایا گیا آپ نے یہ سونا کراچی میں بیچ دیا اور پاکستان کو دس لاکھ روپے مرحمت فرمائے۔ فیصلہ ہوا کہ اس روپے سے غریب مہاجرین کے لئے ایک کالونی تعمیر کی جائے گی جس کا نام سعود آباد ہو گا۔ رہے نام اللہ کا؟ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ سعود غیر سگلی کے طور پر اپنے دو صاحبزادوں کی شادی ہمارے پاکستان میں کرنا چاہتے ہیں۔ زہے نصیب، سنا ہے کراچی میں بیگم شاہ نواز کو جب عرب شہزادوں کے لئے کوئی مناسب رشتہ نہ ملا تو انہوں نے بیگم بشیر کو ٹیلیفون کیا کہ وہ لاہور میں سلسلہ جہانی کریں۔ اس لئے کہ لاہور آخر لاہور ہے اس میں شہزادوں کے لائق کنواری لڑکیوں کی کیا کمی ہے چنانچہ سنا ہے کہ بیگم بشیر نے بیگم جی اے خان اور بیگم سلمیٰ تصدق کو ساتھ ملا کر روایتی نائین کے فرائض سرانجام دیئے اور اونچے گھرانوں میں شاہ سعود کے اور ارجمند فرزندوں کے لئے پیغام لے کر گئیں مگر افسوس ہے کہ انہیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہمارے اونچے طبقے کی جوان اور ناکتھ لڑکیوں کو عرب کے یہ ”اونٹ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ان کی

غلطی ہے۔ اس سے پہلے جب کہ پاکستان نہیں بنا تھا سعودی عرب سے ہندوستان کے مسلمانوں کا اس قسم کا رشتہ ہو چکا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل غزنوی کے خاندان کی ایک دو شیزہ مرحوم شاہ سعود کے والد بزرگوار جناب عبدالعزیز ابن سعود کے رشتہ مناکحت میں جا چکی ہیں۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ مولانا اسماعیل غزنوی نے اسی سلسلے میں ۲۷ حج کئے تھے، حالانکہ ایک ہی حج کافی تھل دل بدست اور کہ حج اکبر است کو بیگم، بشیر بیگم جی اے خان، بیگم تصدق کو اس کار خیر میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن مجھے یقین ہے کوئی نہ کوئی بلبل نکل آئے گی۔ ہمارے پاکستان میں دو ایسی لڑکیاں برآمد ہو جائیں گی۔ جن کو سرزمین حجاز کے شہزادے سرفراز فرمائیں گے میں نے اپنے کسی پچھلے خط میں اپنے یہاں کی خواتین کے متعلق آپ کو کچھ لکھا تھا۔ غالباً ان بلاؤزوں کے بارے میں جو بڑی عمر کی پسنتی ہیں اور اپنے کلبوت چڑھے پیٹوں کی نمائش کرتی ہیں اس پر ہماری یونیورسٹی کے صدر شعبہ فارسی جناب ڈاکٹر محمد باقر صاحب بہت جربز ہوئے آپ نے مجھے کئی مہذب قسم کی گالیاں دیں۔ اور اس لئے ملعون و مطعون قرار دیا کہ میں نے اپنے یہاں کی عورت کی بے حرمتی کی ہے۔ لاحول ولا۔ میں نے جو کچھ بیان کیا تھا محض یہ تھا کہ بوڑھی عورتوں کو اپنے عمر سے اس قسم کے نیم عریاں چو نچلے زیب نہیں دیتے مجھے ڈر ہے کہ ڈاکٹر صاحب میرا یہ خط پڑھیں تو مجھ پر پھر الزام دھریں گے کہ میں نے پھر اپنی ”عورت“ کی بے حرمتی کی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم لوگ فطرتاً سادہ لوح اور بدھو ہیں ہماری عورتیں تو باد نما مرغیاں ہیں جدھر ہوا چلتی ہے ادھر چل پڑتی ہیں شاہ ایران تشریف لائے تو اونچی سوسائٹی کی لڑکیوں نے طرح طرح سے خود کو سجایا بنایا کہ شاہ ان دنوں فارغ تھے۔

فوزیہ کو طلاق دے چکے تھے مگر انہوں نے ان سے صرف رسمی دلچسپی لی اور ایران جا کر ثریا اسفندیار سے شادی کر لی۔ اس کے بعد پرنس علی آئے وہ بھی فارغ تھے۔ اس لئے کہ آپ کی ریٹائرمنٹ تھ ان سے طلاق حاصل کر چکی تھی، ہماری اونچی سوسائٹی کی لڑکیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی مانگ چوٹی درست کی۔ نوک پلک نکالی۔ مگر اس شہزادے نے ان کی ساری امتگوں پر ٹھنڈا پانی پھیرا۔ اور آپ کے ہالی وڈ کی ایک اور ایکٹریس جین ٹیڈنی سے معاشرہ شروع کر دیا خدا آپ کی سات آزادیوں والی مملکت کو قائم و دائم رکھے پھر شاہ عراق

آئے مگر ہماری اونچی سوسائٹی کی باکرہ لڑکیاں انہیں دیکھ کر بہت مایوس ہوئی۔ اس لئے کہ وہ کم عمر تھے ایک نے کہا ہائے اس بچے کا تو کھیل کود کا زمانہ ہے کیوں اس بے چارے پر سلطنت کا بوجھ ڈالا گیا ہے اسی طرح ایک بوڑھی (جس کا پیٹ بہت زیادہ ننگا نہیں تھا، شاہ عراق پر ترس کھا کر کہا۔ بڈھوں سے اس غریب کو کیا دلچسپی ہوگی جاؤ اس کے ہم عمر بلاؤ اور ان سے اس کو ملاؤ یہ بھی گئے۔ اب شاہ سعود تشریف لائے۔ اپنے ۲۲ یا ۲۵ شہزادوں سمیت گورنمنٹ ہاؤس میں ان کی شاندار دعوت ہوئی۔ جس میں اونچی سوسائٹی کی تمام کتختہ اور ناکتختہ لڑکیوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ سگریٹ پینے کی اجازت نہیں تھی۔ عبداللہ کو بھی نہیں بہر حال وہ سگریٹ کے دھوئیں کے بغیر بہت محفوظ ہے اور یہ خط انہیں خالص اسلامی مہمان نوازی کی بدولت نصیب ہوا۔ ان کے دو درجن شہزادوں نے انارکلی میں سینکڑوں پاکستانی جوتے خریدے اور اپنی خیر سگالی کا ثبوت دیا۔ اب یہ جوتے صحرائے عرب کی ریتوں پر چلیں گے اور اپنی دیر پائی کے فلنی نقش ثبت کریں گے۔ یہ خط نامکمل چھوڑ رہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے پبلشر سے اپنی نئی کتاب کی رائٹنگ وصول کرنی ہے دس روز سے وعدے کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے آج دس روپے تو ضرور دیگا یہ مل گئے تو میں یہ خط پوسٹ کر سکو نگا ورنہ..... جین شیزنی کو ایک اڑتا ہوا بوسہ..... آپ کا بر خودار

سعادت حسن منٹو

۲۲ اپریل ۱۹۵۴ء

چچا سام کے نام نواں خط

چچا جان - اسلام علیکم

میرا پچھلا خط نامکمل تھا بس مجھے صرف اتنا ہی یاد رہا ہے۔ اگر یاد آ گیا کہ میں نے اس میں کیا لکھا تھا تو میں اس کو مکمل کر دوں گا میرا حافظہ یہاں کی کشید کی ہوئی شراییں پی پی کر بہت کمزور ہو گیا ہے یوں تو پنجاب میں شراب نوشی ممنوع ہے، مگر کوئی بھی آدمی بارہ روپے دو آنے خرچ کر کے شراب پینے کے لئے پر مٹ حاصل کر سکتا ہے اس رقم میں پانچ روپے ڈاکٹر کی فیس ہوتے ہیں جو لکھ دیتا ہے کہ جس آدمی نے یہ روپے خرچ کئے ہیں اگر باقاعدہ شراب نہ پیئے تو اس کے جینے کا کوئی امکان نہیں۔

مجھے یاد ہے، بہت عرصہ ہوا آپ نے بھی اپنے ملک میں شراب نوشی قطعاً ممنوع قرار دیدی تھی، پر مٹوں کا جھگڑا آپ نے نہیں پالا تھا لیکن اس کا نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلا تھا بڑے بڑے گینگسٹر، اور بوٹ لیگر پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے آپ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی ایک متوازی حکومت قائم کر لی تھی۔ آخر ناکام ہو کر آپ کو امتناع شراب کا حکم واپس لینا پڑا تھا۔

یہاں اس قسم کی کوئی واپسی نہیں ہوگی۔ ہماری حکومت ملاؤں کو بھی خوش رکھنا چاہتی ہے اور تریایوں کو بھی حالانکہ مزے کی بات یہ ہے کہ شرایوں میں کئی ملا موجود ہیں اور ملاؤں میں اکثر شرابی۔ بہر حال شراب بکتی رہے گی اس لئے آپ کو میری طرف سے مٹروڈ

ایک مرتبہ انہوں نے فوجی عدالت میں سرکاری وکیل کو کشتی لڑنے کی دعوت دے ماری تھی۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا تھا کہ وہ بھوک ہڑتال فرمائیں گے اور خدا کے فضل و کرم سے دو دن کے اندر اندر اللہ کو پیارے ہو جائیں گے مگر وہ اللہ کو بُرے بھی نہ ہوئے اور ماشا اللہ زندہ رہے بیہوش تو وہ اکثر ہوتے رہے۔

پاکستانی ڈاکٹر مُصَدِّق یعنی ظہور الحسن ڈار گو ڈاکٹر نہیں، لیکن بیہوش ہوتے رہتے ہیں جب بھی ان کو غشی کا دورہ پڑتا ہے تو علی سفیان آفاقی اور منصور علی خان اس کو مولانا ظفر علی خان کا ایجاد کردہ نسخہ سنگھاتے ہیں تاکہ وہ بیہوش میں آئیں اور آج کی ڈائری لکھنے کے قابل ہو سکیں، انہی کی لنگڑی ٹانگ دیکھ کر کسی ترقی پسند نے ایک شعر کہا تھا جسے کا مصرعہ ثانی مجھے یاد رہا ہے۔

ایک توڑی خدا نے دوسری توڑے روس

میرا خیال ہے یہ اس ترقی پسند شاعری کی زیادتی تھی اور نہ ڈار صاحب بڑے کمند مشق اخبار نویس ہیں گالیاں کھا کے بھی بے مزہ نہیں ہوتے گالیاں اور سھٹنیاں دے کر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا اور یہ سب اس طلسمی انگوٹھی کے طفیل ہے جو غالباً لڑکپن میں ان کو کسی قدر دان نے دی تھی۔

مجھے کہنا یہ تھا کہ اگر آپ زمیندار کو اخباری امداد دیں تو میری وساطت سے دیں تاکہ میں اپنے ہمدرد ظہور الحسن ڈار کے لئے اس کا حصہ الگ کر کے اس کے حوالے کر دوں بیچارہ میرے گھربار کا بڑا خیال رکھتا ہے میرے مضمون کی عام قیمت پچاس روپے ہے اس نے اس خیال سے کہ میں اس گراں قدر رقم کو شراب میں اڑا دوں گا اپنے خاص نمبر کے لئے مجھ سے ایک مضمون طلب کیا اور اس کی قیمت احتیاطاً بیس روپے مقرر فرمائی اور یہ تہیہ کیا کہ وہ اس رقم کا چیک میری بیوی کی خدمت میں خود پیش کرے گا۔ تاکہ میری ہشت پست پر اس کا احسان رہے۔ میں بہر حال اس کا ممنون و مشکور ہوں کہ اس کو میری بد ذات سے اتنی پُر خلوص دلچسپی ہے۔

یہاں کے سب اخباروں میں ایک صرف زمیندار ہی ایسا اخبار ہے جس کو آپ کے ڈالر

نہیں ہونا چاہئے یوں بھی آپ کافی کٹھور ہیں اتنی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ یہاں کی شراب بڑی ظالم ہے لیکن آپ نے کبھی اپنے بر خودار بھتیجے کو اس کے نقصانات سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے یہاں کی و سکی بھیجے کی زحمت گوارا نہ کی۔ میں اب اس کے متعلق آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ مجھے جھوٹے بھاڑ میں میرے ملک پاکستان کی فوجی امداد جاری رکھنے میں خوش میرا خدا خوش۔

میں خوش ہوں کہ آپ میرے خطوط اپنے پائپ میں جلا کر نہیں پیتے، بلکہ غور سے پڑھتے ہیں اور میرے مشوروں پر کافی توجہ دیتے ہیں اسی خوشی میں آپ کو میں ایک اور مشورہ دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ روزنامہ زمیندار کو آپ اس طور پر مدد دیجئے کہ کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس کے بھینگے فینجنگ ڈائریکٹر اور نیم لنگڑے ایڈیٹر کو روپیہ وصول کرنے کا کوئی سلیقہ نہیں باقی ”زمیندار“ کے فرزند ارجمند مولانا اختر علی خان (جن کو مولانا کا خطاب و راشت میں ملا ہے) بھی یہ سلیقہ نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ جب ان کو محکمہ تعلقات عامہ کے سابق ڈائریکٹر میر نور احمد صاحب کی طرف سے؟ ہزار روپے منہ بندی کے ملے تو انہوں نے جھٹ سے ایک نئی امریکن کار خرید لی اور بڑے ٹھاٹ سے اس کی مسی کی رسم ادا کی یہ ان کی سراسر حماقت تھی وہ ان دنوں جیل میں ہیں خدا کرے وہ اسی چار دیواری میں رہیں اور اپنی مزید حماقتوں کا ثبوت نہ دیں مگر مجھے حیرت ہے ان کے صاحب زادے بھی جو آج کل ”زمیندار“ کی فینجنگ ایڈیٹری کرتے ہیں تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود نرے کھرے چغد ہیں۔

پچھلے دنوں اس اخبار کے تیور لنگ پر میری ہمدردی کا دورہ پڑا تھا اگر آپ کے پاؤں میں لنگ نہ ہوتا تو آپ یقیناً پاکستان کے ڈاکٹر مُصَدِّق ہوتے آپ جب لکھنا شروع کرتے ہیں تو سارے جہاں کا درد آپ کی گردن پر مرد و تمہ پاکی طرح سوار ہو جاتا ہے آپ کو خیر اس سے پہلے ہی یہ خبر پہنچ چکی ہوگی۔ کہ جب ڈاکٹر مُصَدِّق کی اپیل کی سماعت ایران کی عدالت عالیہ میں شروع ہوئی تو اس پاکستانی ظہور الحسن ڈار نے جو بے ڈار تحریر میں یدِ طولی رکھتا ہے کہا میں کچھ کہنا نہیں چاہتا مجھے اس طلسمی انگوٹھی پر پورا اعتماد ہے جو میری بیوی نے مجھے پیش کی تھی۔

جب چاہے خرید سکتے ہیں اگر اختر علی خان رہا ہو گئے تو میں کوشش کروں گا کہ ظہور الحسن ڈار ہی اس کا ایڈیٹر رہے۔ بڑا برخوردار لڑکا ہے۔

لیکن آپ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر میر نور احمد صاحب کو پھر محکمہ تعلقات عامہ کا ڈائریکٹر بنوادیتے سرفراز صاحب کسی کام کے آدمی نہیں وہ لاکھوں روپیہ اخباروں میں تقسیم کرنے کے اہل نہیں۔ بہتر ہو گا اگر آپ روپیہ میری معرفت روانہ کریں۔ میرا ان پر اس طرح کچھ رعب بھی رہے گا اور آپ کے پروپیگنڈے کا کام بھی میری نگرانی میں بطریق احسن ہوتا رہے گا۔

آپ کے پرچے جو یہاں شائع ہوتے ہیں اکثر ردی میں جکتے ہیں ”اخبار، ردی، بوقل والے“ آپ کے بہت ممنون و متشکر ہیں ان پرچوں کے کانڈ چونکہ مضبوط ہوتے ہیں۔ سودا سلف کے لئے لفافے بنانے کے کام آتے ہیں آپ انہیں جاری رکھیے کہ ہمارے یہاں کانڈ کی شدید قلت ہے مگر آپ یہاں کے چلتے چلاتے ردی میں نہ بکنے والے پرچے خرید سکتے ہیں۔

چچا جان، میں نے ایک بہت تشویش ناک خبر پڑھی ہے معلوم نہیں کمیونسٹوں کی پھیلائی ہوئی افواہ ہے یا کیا ہے اخباروں میں لکھا تھا کہ آپ کے یہاں خلاف وضع فطری کے افعال زوروں پر ہیں اگر یہ درست ہے تو بڑی شرم کی بات ہے آپ کی ملین ڈالرنائگوں والی لڑکیوں کو کیا ہوا ڈوب مرنے کا مقام ہے ان کے لئے۔

خدا نخواستہ اگر یہ سلسلہ آپ کے یہاں شروع ہو چکا ہے تو اپنے سارے ”ادسکر وائلنڈ“ یہاں روانہ فرمادیتے یہاں ان کی کھپت ہو سکتی ہے ویسے بھی ہم لوگ آپ کی فوجی امداد کے پیش نظر ہر خدمت کے لئے تیار ہیں۔

معلوم نہیں، کامریڈ سبط حسن نے کسی نہ کسی طریقے سے میرا خط پڑھ لیا ہے میرا خیال ہے یہ وہی خط ہے جو کامریڈ راہی نے بالا بالا اڑا لیا تھا۔ اسے پڑھ کر اس نے مجھے ایک خط لکھا ہے ذرا اس کی ڈھٹائی ملاحظہ فرمائیے کہتا ہے کہ سعادت تم خود کمیونسٹ ہو چاہے مانو نہ مانو چچا جان یہ خط ضرور آپ کی نظروں سے گزرے گا میں آپ کی سات آزادیوں اور آپ کے ڈالروں کو حاضر حاضر رکھ کر کہتا ہوں کہ میں کبھی کمیونسٹ تھا نہ اب ہوں، یہ محض سبط حسن

کی شرارت ہے۔ بڑی سرخ قسم کی جو آپ کے اور میرے تعلقات خراب کرنے پر درپے ہے۔ ورنہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں آپ کا بر خودار اور نمک خوار ہوں یہ الگ بات ہے کہ ان تین سو روپوں کی جو مجھے آپ نے بھیجے تھے صرف جم خانہ و سکی پی تھی جس کی تعریف میں اپنے کسی پچھلے خط میں کر چکا ہوں اور ایک دھیلے کا بھی نمک نہیں خریدا تھا بڑی مصیبت ہے کہ ڈاکٹروں نے مجھے نمک کھانے سے منع کر رکھا ہے جو نہی انہوں نے اجازت دی میں آپ کو لکھ دوں گا تاکہ آپ وہاں سے خالص امر کی نمک میری روزمرہ کی خوراک کے لئے بھیجتے رہیں اور میں صحیح معنوں میں آپ کا نمک خوار کہلا سکوں۔

میں آپ کو ایک بار پھر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں کمیونسٹ نہیں ہوں، ہو سکتا ہے قادیانی بن جاؤں مگر کمیونسٹ تو میں کبھی نہیں بنوں گا اس لئے کہ یہ سارے محض زبانی جمع خرچ سے کام لیتے ہیں ہاتھ سے کچھ بھی دیتے دلاتے نہیں یوں تو قادیانی بھی اسی قسم کے نحیس ہیں، پھر بھی پاکستانی ہیں اس کے علاوہ میں ان سے کوئی بگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ مجھے معلوم ہے آپ کو ہائیڈروجن بم کے تجربوں کے بعد فوراً ایک نبی کی ضرورت ہوگی جو صرف مرزا بشیر الدین محمود ہی مہیا کر سکتے ہیں۔

آجکل یہاں کے ٹھیٹ مسلمان سر ظفر اللہ کے بہت خلاف ہو رہے ہیں چاہتے ہیں کہ انہیں وزارت کی گدی سے اتار دیا جائے صرف اس لئے کہ وہ قادیانی ہیں ذاتی طور پر مجھے ان سے کوئی پر خاش نہیں لیکن میں اتنا سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے بہت کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں میرا مشورہ ہے کہ آپ ان کو اپنے یہاں بلا لیں خدا کے فضل و کرم سے وہ آپ کے یہاں کی تمام جنسی بے راہ روی کو دور کر دیں گے۔

عراق کی حکومت کی طرف سے آج یہ اعلان سنا کہ آپ اسلامی ملک کو بھی فوجی امداد دینے پر رضامند ہو گئے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ امداد غیر مشروط ہوگی چچا جان! آپ میرے پاس ہوتے تو میں آپ کے پاؤں چوم لیتا خدا آپ کو رہتی دنیا تک سلامت رکھے اسلامی ممالک پر آپ کی جو نظر کرم ہو رہی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ بہت جلد مشرف بہ اسلام ہونے والے ہیں۔

میں اس سے پیشتر آپ کو مذہب اسلام کی چند خوبیوں بیان کر چکا ہوں۔ اگر آپ اس

سعادت سے مُشرف ہو چکے ہیں تو فوراً تین شادیاں کر لیجئے اگر چچی جان بقید حیات ہوں۔ اپنے یہاں کی مشہور ایکٹرس عشرت جہاں بہو کو میں نے تیار کر لیا ہے آپ کی پہلی شادی (بشرطیکہ آپ کنوارے ہوں) اسی پاکستانی خاتون سے ہونی چاہئے اس لئے کہ وہ کئی شوہروں کا تجربہ رکھتی ہے اور پینا پلانا بھی جانتی ہے فی الحال شادی شدہ ہے لیکن میں اس سے کہو نکالو وہ اپنے پانچویں یا چھٹے شوہر سے طلاق حاصل کرے گی۔

ہاں چچا جان، یہ میں نے کیا سنا ہے آپ کی ریٹا ہے ورتھ روس جاری ہے خدا کے لئے اسے روکنے اس نے سر آغا خان کے صاحبزادے پرنس علی خان سے شادی کی تھی مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اس کا روس جانا مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ابھی تک اس شریر عورت کے کان کیوں نہ اٹھائے۔

اس کے روس جانے کی خبر مجھے کامریڈ سبط حسن نے بڑے فخر و بہتاج سے سنائی تھی کم بخت زیر لب مسکرا رہا تھا جیسے آپ کا مذاق اڑا رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ریٹا روس چلی گئی تو آپ کا اور میرا دونوں کا ایسا مذاق اڑے گا کہ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

کہیں یہ سیماب صفت ایکٹرس مائلکوف سے شادی کرنے تو نہیں جاری اگر یہی سلسلہ ہے اور اس میں آپ کی کوئی سیاسی چال ہے تو کوئی مضائقہ نہیں دوسری صورت بہر حال بہت ذلت آفریں اور خطرناک ہے۔

آج کے اخباروں میں یہ بھی لکھا تھا کہ ریٹا کے خلاف اپنی اور شہزادہ علی خان کی بیٹی یاسمین اور بڑی لڑکی (معلوم نہیں یہ کس خاوند سے ہے) صحیح طور پر پرداخت نہ کرنے کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے اور یہ دونوں لڑکیاں عدالت کی تحویل میں ہیں ریٹا مغربی فلوریڈا میں ہے جہاں حکومت اس کے چوتھے شوہر کو ملک بدر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟ میں نے احمد راہی سے پوچھا تھا لیکن وہ گول کر گیا اس کی باتوں سے البتہ میں اپنی خدا داد ذہانت سے اتنا معلوم کر سکا کہ یہ سب روسیوں کی کارستانی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ابھی تک خاموش کیوں ہیں۔

میں تو آپ کو یہ رائے دیتا ہوں کہ ریٹا کے چوتھے خاوند کو جو سنا ہے، کہ موسیقار ہے وہاں پچاسی پر لٹکا دیں یا اسے ایٹم بم ہائیڈروجن بم بنانے کے راز روس کے پاس بیچنے کے

الزام میں مانو کر کے عمر قید کی سزا کر حکم سنا دیں اور ریٹا کو فوراً یہاں بھیج دیں اور اس سے کہیں کہ وہ ہمارے مسٹر سرور دی کو پچانیں کہ اس سے شادی کر لے۔ اس کے بعد وہ مولانا بھاشانی سے ازدواجی رشتہ قائم کر سکتی ہے پھر شیر بنگال چوہدری فضل حق صاحب بھی خدا کے فضل و کرم سے موجود ہیں اور مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ مقرر ہیں ان تین بڑوں سے کئی بعد دیگر طلاق لینے کے بعد وہ خواجہ ناظم الدین (سابق وزیر اعظم) سے رجوع کر سکتی ہے زندہ رہا تو میں بھی حاضر ہوں، لیکن اس شرط پر کہ آپ میری مالی امداد باقاعدگی سے کرتے رہیں۔

آپ کے اخبارات کی اطلاع ہے کہ اقوام متحدہ میں ہمارے پاکستان کے مستقل مندوب پروفیسر اے، ایس بخاری کو شعبہ اطلاعات کے افسر اعلیٰ کا عہدہ پیش کیا جا رہا ہے میں نے تو یہ سنا تھا کہ سر ظفر اللہ کو علیحدہ کر کے، بخاری صاحب کو وزیر خارجہ مقرر کیا جائے گا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ انہیں مستقل طور پر اپنے پاس ہی رکھنا چاہتے ہیں۔

بخاری صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کو مجھ سے بہت پیار ہے جس کا اظہار وہ ہر پانچویں یا چھٹے برس کے بعد کسی نہ کسی انداز سے کرتے رہتے ہیں۔ آپ تو صرف اتنا جانتے ہوں گے کہ وہ انگریزی زبان کے بہت بڑے جادو بیان مقرر ہیں لیکن میں ان کو مزاح نویس کی حیثیت سے بھی جانتا ہوں۔ ان کا ایک مشہور مضمون لاہور کا جغرافیہ ہے جسے پڑھ کر بڑے بوڑھوں کے اس قول کی سو فی صد تصدیق ہو جاتی ہے کہ لاہور، لاہور ہے، اور بخاری بخاری۔

ان سے کہئے کہ وہ آپ کے امریکہ کا بھی جغرافیہ لکھیں تاکہ آپ کے حدود اربعہ سے تمام دنیا اچھی طرح واقف ہو جائے اس کا روسی زبان میں ترجمہ کرا کے ماموں مائلکوف کو ضرور بھیج دیجئے گا۔

لکھتا میں بھی اچھا ہوں لیکن مصیبت یہ ہے کہ آپ کے گھر کی مرغی بن کر دال برابر ہو گیا ہوں۔ ورنہ میں آپ کی شان میں ایسے ایسے قصیدے سے مکھ سکتا ہوں جو، نوائے وقت کے حمید نظامی کے فلک کو بھی سوجھ نہیں سکتے۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے یہاں بلائے دو تین مہینے اپنی سات آزاد یوں کی مملکت کی سیر کرائیے پھر دیکھئے یہ بندہ آزاد آپ کی تمام خفیہ صلاحیتوں

اور خویوں کا اعتراف کن جاندار الفاظ میں کرتا ہے مجھے یقین ہے آپ اس قدر خوش ہوں گے کہ میرا منہ ڈالروں سے بھر دیں گے۔

جاپان کے سائنس دانوں نے ایک اعلان میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ہائیڈروجن بم کا موسم پر بھی اثر پڑتا ہے حال ہی میں آپ نے جزائر مارشل میں اس بم کے جو تجربے کئے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جاپان کے موسم پر ان کا یہ اثر پڑا ہے کہ اپریل ختم ہونے کے باوجود وہاں اچھی خاصی سردی ہے معلوم نہیں ان چپٹ کے جاپانیوں کو سردی کیوں پسند نہیں ہم پاکستانیوں کو تو بہت پسند ہے آپ مہربانی فرما کے ایک ہائیڈروجن بم ہندوستان پر پھینک دیں۔ ہمارے ہاں گرمیوں کا موسم شروع ہو چکا ہے سردی ہو جائے تو میں بڑے آرام میں رہوں گا۔

رینا سے پوچھئے اگر وہ مان جائے تو پاکستان میں اس کی پہلی شادی مجھی سے رہے جواب سے جلد سرفراز فرمائیے گا۔

آپ کا تابع و فرمان بھتیجا

سعادت حسن منٹو

۱۳ لکشمی مینشنر ہال روڈ لاہور

مورخہ ۲۶ / اپریل ۱۹۵۳ء